سلسلہ : رسائلِ فتاوٰی رضویہ

جلد: تیرہویں

رسالہ نمبر 1

۱۳۲۲ھ

آکد التحقیق باب التعلیق

باب تعلیق کے متعلق تحقیق انیق

پیشکش : مجلسِ آئی ٹی (دعوتِ اسلامی)

رسالہ

آکد التحقیق باب التعلیق ۱۳۲۲ھ

(باب تعلیق کے متعلق تحقیق انیق)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

مسئلہ ۱۰: از بنگالہ موضع نواکھالی ڈاک خانہ بیگم گنج مرسلہ عبدالمجید صاحب از رامپور ۶ محرم الحرام ۱۳۲۲ھ

بگرامی خدمت، فیضدرجت، مجمع الفضائل، منبع الفواضل، کاشف دقائق شرعیہ، واقف حقائق عقلیہ نقلیہ، محی السنّۃ النبویہ، مروج الاحادیث المصطفویہ، صاحب التحقیقات الرائقہ، زبدۃ السعادت الفائقہ، اعنی مولانا المولوی شاہ احمد رضا خاں صاحب دام افضالہم۔ بعد ادائے تسلیمات فرواواں و کورنشات بیکراں معرض آں خدمت یہ ہے جناب حضور نے جو فتوائے طلاق معلق بالصلٰوۃ کی تحریر فرماکر ارسال فرمائے تھے بندہ گم گشتہ نے ملک کو بھیج دیا اور سب علمائے موافقین و مخالفین نے دیکھ کر بہت خرسندیں حاصل کیں بلکہ سب علماء متفق ہو کر بسبب فرمان فتوائے موصوف کے زوج احمد سے زوجہ مغلظہ کو علیحدہ کیا تھا اور اس پر بہت دن گزر گئے مگر مولوی وجیہ اللہ جو دیوبند سے عنقریب تحصیل کرکے گھر کو گئے اس نے زوج احمد کو کہا کہ تمہاری زوجہ مطلقہ مغلظہ نہیں ہوئی تم ہماری رائے پر چلو تو ہم فتوائے ہند کو مردود کردیں گے، چنانچہ احمد علی بھی بوجہ نفع اپنے کے اور بوجہ تعلیم اپنے قول سے منکر ہوگئے یعنی جو پہلے تعمیم

کے منکر اور تخصیص کے راجع، اب بعد چندیں مدت اپنی نیت ظاہر کرتے ہیں کہ نیت ہمارا علی الابد کے لئے ہے اور مولوی وجیہ اللہ نے اس وقت کے نیت کے مطابق ایک فتوٰی بھی لکھا وہی فتوٰی آپ کی خدمت عالی میں ارسال کرتا ہوں اور فتوٰی تحریر کرکے احمد علی کو مدعی بنا کر کچہری میں مقدمہ دائر کئے ہیں بعدہ اس کے فتوٰی اور آنحضور کی تحریر مبارک دونوں کچہری میں پیش ہوا اور مولوی وجیہ اللہ کو اور اس طرف کے علماؤں کو حاکم نے طلب کیا اور دونوں فتوٰی کے مطلب حاکم کو سمجھا دئے مگر مولوی وجیہ اللہ نے حضور کے فتوٰی پر اور مذہب کے قیل وقال ناشائستہ بیان کیا مگر حاکم کے نزدیک کچھ اعتبار نہیں ہوا اور حاکم نے خود کہا کہ جناب مولٰینا شاہ احمد رضا خاں صاحب کو میں خوب جانتا ہوں اور ان کی حالت مجھے خوب معلوم ہے اور دیوبند کے علمائے لامذہب کو بھی معلوم ہے کہ میں ہند کی سیر کرنے والا ہوں، مولوی وجیہ اللہ نے کہا کہ صاحب، زجراو تنبیہا بغرض نصیحت طلاق دینے سے طلاق نہیں ہوتی، اور دلالت حال ویمین الفور کا شرعًا کچھ اعتبار نہیں ہے، اگر تسلیم بھی کیا جائے کہ طلاقیں مغلظ واقع ہوگئیں تاہم بوجہ رجعت کے اولین طلاق باطل بعد وجود جو طلاق بلا شرط دیا ہے اس کے لئے رجعت جائز ہے، اور دلیل بھی بیان کیا اس وجہ سے حاکم کے دل میں خدشہ پیدا ہوا حاکم نے اس طرف کے علماؤں کو فرمایا کہ آپ لوگ مولونا موصوف کے بیس ۲۰ دن کے اندر مولوی وجیہ اللہ کا رد جواب منگوایئے ورنہ یہ شبہ کس طرح دور ہوسکتا ہے، اور حاکم نے بیس ۲۰ روز مقدمہ کا حکم مؤخر کردیے، اکنوں دست بستہ ہو کر عرض کرتا ہوں کہ آپ از روئے مہربانی وشفقت گزاری کے پندرہ یا سولہ روز کے اندر جواب تحریر فرمادیجئے اور ہم لوگوں کو بحر غموم سے خلاص کرلیجئے ورنہ جمیع علماء کی بلکہ ملک ہند کی بھی بدنامی کی بات ہے، زیادہ کیا عرض کروں۔ عرض گزار خادم عبدالمجید عفااللہ عنہ

نقل فتوٰی مولوی وجیہ اللہ دیوبندی باشندہ بنگالہ

سوال: چہ مے فرمایند علمائے دین ورازدارانِ شرع متین کہ درحاضر ان مجلس بحضور علماء وغیرہم کہ احمد علی بزبان خود اقرار نمود کہ من دائما زوجہ ام برائے نماز خوانی تاکید وزجری کردہ بودم وبرائے نماز خوانی چند قواعد نماز تعلیم ہم کردم لیکن بعد روزے چند بوقت مغرب مرزوجہ ام راگفتم کہ تو نماز بخواں زن مذکورہ	**سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ورازدارانِ شرع متین کہ حاضرین مجلس علماء وغیرہم کی موجودگی میں احمد علی نے اپنی زبان سے اقرار کیا کہ میں ہمیشہ اپنی بیوی کو تاکید اور تنبیہ کرتا رہا ہوں اور نماز پڑھنے کا طریقہ سکھاتا رہا ہوں لیکن چند روز بعد مغرب کے وقت میں نے بیوی سے کہا کہ نماز پڑھو تو بیوی نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ مجھے فرصت نہیں ہے،

اباوانکار کردوگفت کہ مرافرصتے نیست ازیں وجہ گفتم کہ اگر تو نماز نگزاری.برتو دوطلاق معلق دادم کہ.بزبان بنگالہ (دیلام) ودرلغت اردو (دیامیں) استعمال کنندبعدہ زن مذکورہ نمازِ عشا نخواند وقضاہم نہ گزارد ونمازِ فجر بخواند بعد فجر رجعت ہم کرد وبعد سالے بلاشرط دوطلاق آں زوجہ مذکورہ راایضاہم داد و احمد علی بمحفل مذکور علماء وغیرہم نیت بوقت بیان تعمیم و تخصیص ہر دو منکر بود بلاقرینہ.برائے تخصیص راجع اما بعد شش ماہ بجہت تعلیم مخالفین وبوجہ نفع خود بگوید کہ نیتم .برائے دائم وعلی الابدست اکنوں از روئے شرع شریف اقرار ش صحیح بود یاچہ وبگوید کہ زجراًوتنبیہاً.برائے تعود للصلٰوۃ طلاق واقع نمی شود بلکہ معنی آں وعدہ طلاق شود ووعدہ طلاق طلاق واقع نمی شود بگوید کہ قول زوج بخوان صیغہ امر.بردلالت حال راجع لیکن فورثابت نمی شود بلکہ فورراہیچ اعتبار نیست.بر تقدیر تسلیم کہ طلاقین اولین بوجہ رجعت باطل ست کماھوالمعروف اکنوں بہر حال.برائے زوج احمد علی رجعت صحیح است آیا حکمش فے الواقع ہمیں ست یازوجہ احمد علی بہ سہ طلاق شدہ مغلظہ شدبینوابالتفصیل،اندریں صورت کہ زوج احمد علی بزبان خود اقرار مے کند کہ روزے بعد ادائے نماز مغرب مرزوجہ خودرابسبب تارک الصلوۃ

اس پر میں نے اسے کہا "اگر تو نماز نہ پڑھے تو تجھ پر دو ۲ طلاقیں معلق طور پر دیتا ہوں" یہ بات بنگالی زبان میں (دیلام) جس کا اردو میں معنی (میں نے دیا) ہے، کہا،اس کے بعد بیوی نے عشاء کی نماز ادانہ کی اور نہ قضا کی اور پھر فجر کی نماز پڑھی فجر کے بعد اس نے رجوع کرلیا،اور اس کے ایک سال بعد خاوند نے اس بیوی کو دو طلاقیں بغیر شرط پھر دے دیں،احمد علی مذکور نے علماء کی مجلس مذکورہ میں بیان دیتے ہوئے بیوی کو نہ نماز پڑھنے پر طلاق کو معلق کرنے میں تعمیم،و تخصیص کی نیت کاانکار کیا بلکہ تخصیص کاقرینہ راجع معلوم تھا،لیکن اس کے چھ ماہ بعد ہمارے مخالفوں کے سمجھانے سے اور اپنے فائدے کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس نے کہا کہ میں نے تو دائمی وابدی کوئی نماز نہ پڑھنے کی نیت سے کہا تھا(یعنی کوئی خاص نماز نہیں بلکہ زندگی میں نماز نہ پڑھنے کی نیت سے طلاق دینے کی بات کی تھی) کیا اب اس کا یہ اقرار درست ہے یا کیا ہے،اب کوئی کہتا ہے کہ اس نے بیوی کو نماز کا عادی بنانے کے لئے یہ بات بطور تنبیہ اور ڈانٹ کی تھی اور یہ طلاق نہیں ہے بلکہ طلاق کا وعدہ تھا جبکہ طلاق کا وعدہ طلاق نہیں ہوتی،اور کوئی کہتا ہے کہ خاوند کا بیوی کو کہنا کہ "نماز پڑھ" صیغہ امر ہے جس کی حالت پر دلالت واضح ہے لیکن یہ یمینِ فور ثابت نہیں ہے بلکہ فور کا کوئی اعتبار نہیں ہے،اور اگر تسلیم کر بھی لیا جائے

زجر وتوبیخ کرد کشاں کشاں آنکہ باعتدال طبع واستقلال مزاج بطریق زجر وتنبیہ گفت کہ تو نماز بخواں اگر نماز نخوانی ترادو طلاق وآں زن نیت نماز وسورہ بخوبی ندانستی غرض آنکہ زن عشاء نخواند بوقت فجر وضو کردہ برائے گزاردن نماز فجر استاد شویش نیت وسورۃ تعلیم کرد ووے نماز خواند بعد دو سہ روز میانجی محلّہ راطلبیدہ رجعت نمود ودر صورت کذائیہ زوجہ اش برائے وے حلال ماند یاچہ وبعد چند ماہ دو طلاق بلاشرط ایضًا برآں زوجہ مذکورہ اش دادہ است، آیا کہ اگر تسلیم کردہ شود کہ اول طلاقین واقع شدند بر تقدیرش بوجہ رجعت اول طلاقین بن باطل شد یاچہ، واکنوں رجعت کردہ از زوجہ مذکورہ استمتاع گرفتن رواست یانہ؟ **بینوا**۔

الجواب: البتہ زوجہ اش برائے وے حلال ماند چہ دریں صورت مطلق طلاق واقع نشد نہ حاجت تجدید نکاح نہ رجعت **ھم** واحتیاطا امرے دیگر **قولہ**

کہ پہلی دو طلاقیں رجعی تھیں تو اس کے رجوع کرلینے کے بعد وہ دونوں طلاقیں ختم، اور باطل ہوگئیں جیسا کہ مشہور ہے لہذا اب دوسری بار دو طلاقوں کے بعد اب احمد علی خاوند کا دوبارہ رجوع کرنا صحیح ہے۔ کیا یہ باتیں درست ہیں یا پہلی دونوں طلاقوں کے بعد دو طلاقوں سے احمد علی کی بیوی کو تین طلاقیں یعنی مغلظہ طلاق ہوگئی ہے، تفصیل سے بیان کیجئے۔ خلاصہ اس سوال کا یہ ہے کہ احمد علی خاوند نے خود اقرار کیا کہ ایک روز نمازِ مغرب ادا کرنے کے بعد اس نے اپنی بیوی کو نماز کی تارک ہونے پر ڈانٹ اور سختی سے سمجھایا اور پھر معتدل مزاجی اور مستقل مزاجی سے ڈانٹ کے طور پر کہا نماز اگر تو نہ پڑھے تو تجھے دو طلاق ہیں، جبکہ وہ بیوی نماز کی نیت اور کوئی سورت اچھی طرح نہیں جانتی غرضیکہ بیوی نے عشاء کی نماز بھی نہ پڑھی فجر کی نماز کے لئے اس نے وضو کیا تاکہ نماز پڑھے، نماز کے لئے کھڑی ہوئی تو خاوند نے اس کو نماز کی نیت اور سورۃ سکھائی اور اس نے نماز پڑھی، اس سے دو تین روز بعد محلّہ کے مولوی صاحب کو طلب کرکے احمد علی نے بیوی سے رجوع کیا، تو اس صورت میں رجوع کرنے پر احمد علی کے لئے اس کی بیوی حلال ہوئی یا نہیں، پھر اس کے چند ماہ بعد مزید دو طلاقیں بلاشرط اس کو دیں کیا یہ تسلیم کرلینے پر پہلی دو طلاقیں واقع ہوگئی تھیں تو ان سے رجوع کرلینے پر کیا وہ پہلی طلاقیں کالعدم اور باطل ہوجائیں گی یانہیں، اور دوسری طلاقوں کے بعد اس کا بیوی سے رجوع کرنا اور ہمبستری کرنا جائز ہے یانہیں، بیان کیجئے۔

الجواب: یقینا احمد علی کی بیوی اس پر حلال رہی کیونکہ اس صورت میں مطلقًا کوئی طلاق نہ ہوئی اور نہ ہی تجدید نکاح اور نہ ہی رجعت کی کوئی ضرورت ہے، ہاں احتیاط کریں تو اور بات ہے، احمد علی کا

اگر نماز نخوانی ترادو طلاق اولًا گویم کہ ایں قول تعلیق طلاق نیست بلکہ وعدہ طلاق دادن ست زیرا کہ میان تو طلاق وطلاق وتراطلاق فرق ست دراول وصف زن ست و محمول بروے ودر ثانی طلاق ایقاع زوج ست پس دریں قول فعل ایقاع زوج ضرور محذوف است در تنجیز معنی تراطلاق دادم ست ودر صورت تعلیق یعنی اگر ایں کار کنی تراطلاق معنی آں تراطلاق خواہم دادہست چہ در تعلیق شرط وجزاہر دو خودند وجزاہمیشہ مستقبل مے شود ولو معنی پس دریں مقام مطلب اگر نماز نخوانی ترادو طلاق خواہم دادہست وخواہم درفعل ایقاع مخذوف است وپیداست اگر نماز نخوانی ترادو طلاق خواہم داد وعدہ طلاق دادن ست نہ تعلیق طلاق واز وعدہ طلاق، طلاق واقع نشود وایں مطلب از خود نگرفتم بلکہ احمد علی خود میگوید کہ من بہ نیت طلاق دادن نگفتم بلکہ بطریق زجر وتہدید تنبیہًا بغرض تعود للصلاۃ گفتم وطلاق دادن در دلم مطلّقا مخطور نشد وظاہر ست کہ وعدہ طلاق مفید ایں مدعاست وباغراض متکلم خوب چسپاں ومقتضائے قرینہ ہم ہمچنیں ست۔ **ثانیًا** گویم قولہ تو نماز بخواں اگر	کہنا "اگر تو نماز نہ پڑھے تو تجھے دو طلاق" اس کے متعلق میں کہتا ہوں: اولًا یہ تعلیق طلاق نہیں بلکہ وعدہ طلاق ہے کیونکہ تو طلاق، تو طلاق والی، اور تجھ کو طلاق، ان تینوں میں فرق ہے۔ پہلی عورت کی صفت اور اسی پر محمول ہے۔ دوسری میں خاوند کا طلاق دینا ہے، لہٰذا اس میں خاوند کا طلاق دینا ضرور محذوف ہے جب شرط سے معلق نہ ہو یعنی اس کا معنی یہ ہے کہ تجھ کو میں نے طلاق دی ہے، اور اگر شرط سے معلق ہو مثلًا یہ کہ اگر تو یہ کام کرے تو تجھے طلاق ہے تو اس کا معنی طلاق کا وعدہ ہے کہ تجھے طلاق دوں گا کیونکہ تعلیق میں شرط وجزا دونوں ہوتے ہیں اور جزا ہمیشہ مستقبل میں ہوتی ہے خواہ معنًا ہو اس مقام میں مطلب یہ ہے کہ اگر تو نماز نہ پڑھے تو تجھے میں دو طلاق دوں گا کیونکہ "دوں گا" یہاں فعل محذوف ہوگا، تو ظاہر ہوا کہ یوں کہا "اگر تو نماز نہ پڑھے تو تجھے دو طلاق دوں گا" تو یہ طلاق دینے کا وعدہ ہوا نہ کہ تعلیق طلاق ہوا، جبکہ طلاق کے وعدہ سے طلاق نہیں ہوتی، یہ مطلب میں نے خود نہیں نکالا، بلکہ احمد علی خود کہتا ہے کہ میں نے یہ بات طلاق دینے کے ارادے سے نہیں کہی بلکہ ڈانٹ اور زجر کے لیے کہی ہے تاکہ بیوی نماز کی عادی بن جائے اور طلاق دینے کا میرے دل میں خیال تک نہ تھا، تو ظاہر ہوا کہ یہ صرف طلاق دینے کا وعدہ تھا، یہی بات احمد علی کے قول سے حاصل ہوئی، اور متکلم کی غرض کے یہی مطابق ہے اور قرینہ بھی یہی بتاتا ہے۔ **ثانیًا** میں کہتا ہوں کہ احمد علی کا بیوی کو یہ

نماز نخوانی ترا دو طلاق، تعلیق طلاق ست اگرچہ از مطلب متکلم فرسنگہا دور ست معنی آں ترا دو طلاق ہست، باید دانست کہ در تعلیق طلاق معلق ہر سہ گونہ است وہر یک دوگانہ است جانب وجود جانب عدم مجموعہ شش قسمت ست **فعل الزوجین وجودًا او عدمًا وفعل الغیر وجودًا او عدمًا کما لایخفی من شرح الوقایۃ** دریں جا معلق بہ فعل عدمی زوجہ است یعنی نماز نخواند **ومعنی التعلیق ربط حصول مضمون جملۃ ای جزا بحصول مضمون جملۃ اُخری ای الشرط فاذا وجد الشرط وجد المشروط وکذا اذا فات الشرط فات المشروط وھذا یعم الصورۃ الستۃ کلھا من غیر فرق** پس ہرگاہ ایں قول تعلیق طلاق مسلم نشت حالانکہ ایں قول مطلق ست مقید بوقت دون وقت نیست وغرض متکلم نیز معتاد للصلٰوۃ شدن زوجہ است دائما پس تخصیص نماز عشاء نہ فجر وغیرہ از کجا آمد وقرینہ یمین الفور ہم مفقود بل اعتبار نیست چہ قائل باعتدال مزاج واستقلال طبع بغیر غضب بطریق نصیحت مے گفت

کہنا کہ "تو نماز پڑھ۔ اگر تو نماز نہ پڑھے تو تجھے دو طلاق"، اس کو تعلیق قرار دیا جائے، اگرچہ یہ احتمال متکلم کے مقصد سے کوسوں دور ہے، تاہم دو طلاق درست ہوں گی، لیکن معلوم ہونا چاہئے کہ طلاق کو کسی شرط سے معلق کرنا تین طرح ہوتا ہے، پھر ہر ایک کی دو دو صورتیں ہوتی ہیں، شرط کا وجود، دوسری شرط کا عدم ہے تو مجموعی چھ صورتیں بنیں، وہ شرط خاوند کا فعل یا بیوی کا فعل وجودًا یا عدمًا، اسی طرح اگر وہ شرط کسی غیر کا فعل ہو تو وجودًا یا عدما ہوگا، جیسا کہ شرح وقایہ میں واضح ہے۔ یہاں زیر بحث صورت میں شرط بیوی کا فعل عدمًا ہے یعنی اس کا نماز نہ پڑھنا اور تعلیق کا معنی یہ ہے کہ ایک جملہ کے مضمون کو دوسرے جملے کے مضمون یعنی جزاء کے جملے کو شرط کے مضمونِ جملہ سے معلق کرنا ہے، تو جب شرط پائی جائے گی جزاء بھی پائی جائے گی، اور جب شرط نہ پائی جائے تو جزاء بھی نہ پائی جائے گی۔ یہ بات سب صورتوں کو شامل ہے جن میں کوئی فرق نہیں لہٰذا جب احمد علی کے قول کو تعلیق تسلیم کرلیں، حالانکہ یہ قول مطلق ہے اور کسی وقت کے ساتھ مقید نہیں ہے، اور متکلم کی غرض صرف بیوی کو نماز کا عادی بنانا ہے، تو یہاں کسی نماز عشاء یا فجر کی کوئی تخصیص نہ ہوگی کہ اس کی کوئی وجہ نہیں اور نہ ہی یہ یمینِ فور بنتی ہے کیونکہ احمد علی نے معتدل مزاجی غصہ کے بغیر مستقل مزاجی سے یہ بات کہی ہے

یمین الفور از کجا برخاست تا ایں قول را مخصوص باقرب الاوقات للصلٰوۃ گرداند بلکہ ایں تعلیق طلاق ست پس مطلق طلاق ماند چہ قاعدہ اصول ست **المطلق یجری علی اطلاقہ والمقید یجری علی تقییدہ** ووجود صلاۃ مطلق صادق آید بسبب وجود صلاۃ ما یعنی یک صلاۃ بطریق فرد منتشر وعدم صلٰوۃ مطلق صادق آید بسبب عدم جمیع افراد صلاۃ در مدت العمر، وجود مطلق الصلٰوہ متحقق شود بسبب تحقق وجود فرد ما وینتفی بانتفائے فرد ما **ھذا ھو الفرق بین مطلق الشیئ والشیئ المطلق** وہمیں ست فرق میان موضوع مہملہ قد مائیہ وموضوع قضیہ طبعیہ ومطلق الشیئ یعنی مطلق الصلاۃ موضوع مہملہ قد ماست والشیئ المطلق یعنی الصلاۃ المطلقہ موضوع قضیہ طبعیہ است پس دریںجا معلق بعدم الصلاۃ المطلقۃ ست وآں بسبب عدم جمیع افراد نماز از زبان متکلم بالتعلیق تا قبیل موت متحقق شود وعدم صلاۃ مطلق منتفی زیراکہ زوجہ احمد علی صرف دراں روز نماز نخواند ونماز فجر خواند متعود بالصلٰوہ گشت وہویداست کہ انتفائے عدم صلاۃ مطلق عدم عدم صلاۃ مطلق ست وعدم عدم صلاۃ مطلق وجود صلاۃ مطلق ست پس وجودِ صلاۃ مطلق متحقق وعدم صلاۃ مطلق معدوم وفائت حالانکہ آں شرط ومعلق بہ بود وفوت شد **فاذا فات الشرط**	اور نصیحت کے طور پر کہی ہے، تو یہ یمین فور کیسے ہوسکتی ہے تاکہ احمد علی کے اس قول کے قریب ترین وقت کی نماز سے مخصوص کیا جائے، اس لئے اس کو تعلیق طلاق ہی کہا جائے گا اور وہ بھی مطلق ہے اور قاعدہ ہے کہ مطلق کو اپنے اطلاق پر باقی رکھا جائے اور مقید کو قید سے پابند کیا جائے، لہذا کسی نماز سے بھی مطلق نماز کا وجود ہوسکتا ہے یعنی نماز کا فرد پایا جائے تو مطلق نماز کا تحقق ہوجائے گا، یونہی مطلق نماز کا عدم عمر بھر تمام نمازوں کے نہ پائے جانے پر متحقق ہوجائیگا، مطلق الصلٰوۃ کا وجود اور انتفاء ایک فرد کے وجود اور نفی سے ہوتا ہے یہی وہ فرق ہے جو منطقی حضرات، مہملہ قدمائیہ اور قضیہ طبعیہ کے موضوع کے بارے میں بیان کرتے ہیں یعنی مطلق الشیئ قضیہ مہملہ قدمائیہ کا موضوع اور الشیئ المطلق قضیہ طبعیہ کا موضوع ہے، پس یہاں شرط میں نماز مطلقہ کا عدم ہے جس کی نفی اور عدم کے لئے متکلم کے تعلیق کے وقت سے لے کر موت سے تھوڑا قبل تک تمام نمازوں کے معدوم ہونا ضروری ہے جبکہ یہاں نماز مطلقہ کا عدم نہیں پایا گیا کیونکہ احمد علی کی بیوی نے صرف ایک نماز نہیں پڑھی اس کے بعد اس نے فجر کی نماز اور باقی نمازیں پڑھیں اور نماز کی عادی ہوگئی، تو واضح ہوا کہ نماز مطلقہ کے عدم کا نہ ہونا نماز مطلقہ کے عدم کا عدم ہے، اور نماز مطلقہ کے عدم کا عدم نماز مطلق کا وجود ہے تو اس طرح نماز مطلق کا تحقق ہوا اور نماز مطلقہ کا عدم معدوم ہوا حالانکہ طلاق، عدم نماز مطلقہ سے معلق ہے جو منتفی ہے، اور جب شرط منتفی ہوجائے

فات المشروط وھو المدعا، پس طلاق واقع نشد آنکہ درسلک تحریر کشیدہ شد صرف گفتگو درنفس عبارت اقرار بود حالا اثبات مطلوب بادلہ فقیہہ میگویند در عالمگیریہ جلد دوم ص۵۹۹ آورد الاصل ان الیمین متی عقدت علی عدم الفعل فی محلین ینظر فیھما الی شرط البروعند فوات شرط البر یتعین الحنث[1] (در مانحن شرط البر فائت نشد پس حنث متحقق نشود، وایضا ھناك مسطور ولو قال ان لم تعطین ھذا الثوب ودخلت الدار لم یقع الطلاق حتی یجتمع امران دخول الدار وعدم الاعطاء وعدم الاعطاء انما یتحقق بموت احدھما او بھلاك الثوب[2] وھمچنیں عدم الصلاۃ المطلقۃ قبیل موت زن مذکورہ متحقق تواں شد قبل آں نے وایضا فیہ ص۶۵۱ رجل قال لامرأتہ ان لم تصلی الیوم رکعتین فانت طالق فحاضت قبل ان تشرع فی الصلاۃ او بعد ماصلت رکعۃ.

تو مشروط بھی منتفی ہوگا، یہی مطلوب ہے، پس طلاق نہ ہوئی۔ یہ جو کچھ تحریر ہوا صرف احمد علی کے اقرار میں گفتگو تھی، اور اب ہم مطلوب کو فقہی دلائل سے ثابت کرتے ہیں۔ عالمگیریہ کی جلد دوم صفحہ ۵۹۹ میں ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی فعل کے عدم پر جو دو محل میں ہو تو دونوں میں سے جس محل میں قسم پورا ہونے کی شرط پائی جائے اس کو پیش نظر رکھا جائے گا اور جب شرط فوت ہو تو پھر قسم کا ٹوٹنا متعین ہوگا، اس قاعدہ کی رو سے ہماری بحث میں قسم پورا ہونے والی موجود ہے وہ فوت نہیں اس لئے حنث یعنی قسم نہ ٹوٹے گی، نیز اسی میں ہے اگر خاوند نے بیوی کو کہا "اگر تو مجھے یہ کپڑا نہ دے اور تو گھر میں ویسے ہی داخل ہوجائے تو تجھے طلاق ہے" تو اس صورت میں اس وقت تک طلاق نہ ہوگی جب تک کپڑا نہ دینا اور گھر میں داخل ہونا نہ پایا جائے یعنی دونوں باتیں پائی جائیں تو طلاق ہوگی ورنہ نہیں، جبکہ کپڑا نہ دینے والی بات خاوند یا بیوی میں سے کسی ایک کے مرنے یا اس کپڑے کے ختم ہوجانے تک باقی رہے گی اور قسم نہ ٹوٹے گی، اسی طرح یہاں بھی نماز مطلقہ کا عدم، عورت کے مرنے سے تھوڑا پہلے تک باقی رہے گا اور قسم نہ ٹوٹے گی بلکہ عورت کے مرنے سے ایک گھڑی پہلے جب یہ نماز مطلقہ کے عدم کا احتمال ختم ہوجائے گا

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمۃ ان واذا وغیرہما نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۴۲۹

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمۃ ان واذا وغیرہما نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۴۲۹

حکی ان الشیخ الامام شمس الائمة الحلوانی انه کان یقول ان کان وقت الحلف الی وقت الحیض مقدار ما یمکنها ان تصلی رکعتین تنعقد الیمین عند الکل وتطلق [3] دریں عبارت قید الیوم ورکعتین موجود ست ولہذا حکمش مغایر حکم مانحن فیہ شد فافترقتا ولاتشکوا وایضاً فیه ص ۶۴۱ رجل ضرب رجلا ضربا وجیعا فقال المضروب اگر من سزائے وے نکنم فامرأته کذا فمضی زمان ولم یجاز قالوا هذا لایقع علی المجازاة الشرعیة من القصاص اوالارش او التعزیر او نحوه و انما یقع علی الاساءة بای وجه یکون فان نوی الفور فهو علی الفور وان لم ینو یکون مطلقا کذا فی فتاوٰی قاضی خاں [4] ایں مطابق صورت مانحن فیہ ست، فرق لفظی آنکہ سزائے	تب قسم ٹوٹے گی۔ نیز اسی کے صفحہ ۶۵۱ پر ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا "اگر تو آج نماز دو رکعتیں نہ پڑھے تو تجھے طلاق ہے" تو اس عورت کو نماز شروع کرنے سے قبل حیض آجائے یا ایک رکعت پڑھنے کے بعد حیض آجائے تو شیخ شمس الائمہ حلوانی سے منقول ہے کہ اگر خاوند کی قسم اور حیض آنے کے درمیان اتنا وقت تھا کہ وہ نماز دو رکعتیں پڑھ سکتی تھی تو بالاتفاق یہ قسم صحیح ہوگی اور عورت کو طلاق ہوجائے گی، چونکہ اس مسئلہ میں "آج کے دن" اور "دو رکعتوں" کی قید ہے اس لئے یہ مسئلہ اور زیر بحث مسئلہ مختلف ہوگئے جن کا حکم بھی مختلف ہوگا، لہٰذا اعتراض کی گنجائش نہیں ہے۔ نیز اسی میں صفحہ ۶۴۱ پر ہے: ایک شخص نے دوسرے کو ضرب لگائی تو مضروب نے کہا اگر میں اس کو سزا نہ دوں تو بیوی کو فلاں طلاق، تو کچھ وقت گزرجانے کے باوجود اس نے سزا نہ دی (یعنی سزا سے مراد شرعی سزا قصاص یا تعزیر تاوان نہیں بلکہ کوئی تکلیف پہنچانا مراد ہے) تو اس قسم والے نے اگر یمین فور کی نیت کی تو فوراً اس ضرب کے وقت سزا مراد ہوگی اور اگر کوئی نیت نہ کی ہو تو پھر مطلق سزا ہوگی یعنی کسی وقت بھی سزا دینا مراد ہوگی جیسا کہ فتاوٰی قاضی خاں میں مذکور ہے یہ مسئلہ ہمارے زیر بحث مسئلہ کے موافق ہے

[3] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثالث فی التعلیق بکلمۃ ان واذا وغیرہما نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۴۳۶

[4] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثالث فی التعلیق بکلمۃ ان واذا وغیرہما نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۴۴۶

وے نکنم معلق بہ فعل عدمی زوج ست در ما نحن فیہ اگر نخوانی معلق بہ فعل عدمی زوجہ است حکم اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق ان نوی الفور فھو علی الفور وان لم ینو یکون مطلقا لیکن احمد علی نیت فور نکردہ نہ قرینہ فور یافتہ شود پس یمین مطلق باقی ماند فی شرح الوقایۃ ص۴۸ انت کذا ان لم اطلقك یقع فی اٰخر عمرہ [5] زیرا کہ طلاق ندادن درآخر عمر صادق آید ورنہ ہر وقت احتمال طلاق ہست ہمچنیں نماز خواندن درآخر عمر صادق آید ورنہ نماز خواندن ہر وقت در مدۃ العمر محتمل ست،وفی القھستانی ص۲۷۹ ویقع فی الاصح اٰخر العمر او قبیل موتہ او موتھا وفی النوادر لایقع بموتھا فی قولہ انت طالق وان لم اطلقک [6] ہمچنیں آں اگر زن قبیل موت نماز نہ خواند بروئے دو طلاق رجعی واقع شود ما نحن فیہ چناں نیست بلکہ	صرف لفظی فرق ہے کہ یہاں "سزانہ دوں" جو کہ خاوند کے فعل کاعدم ہے،کے ساتھ معلق کیا گیا ہے اور ہمارے زیر بحث مسئلہ میں "نماز نہ پڑھنے" کو جو کہ بیوی کے فعل کاعدم ہے، کو معلق کیا گیا ہے۔لہٰذا دونوں مسئلوں کا حکم ایک ہے جیسے گزرا چنانچہ یہی حکم،بیوی کے نماز نہ پڑھنے پر ہوگا کہ اگر خاوند نے یمین فور کی نیت کی،فوری مراد ہوگی۔اور اگر یمین فور کی نیت نہ کی ہو تو عام اور مطلق یعنی نماز کسی بھی وقت نہ پڑھنا مراد ہوگا،لیکن احمد نے فوری یمین مراد نہیں لی اور نہ ہی یمین فور کا یہاں کوئی قرینہ ہے،لہٰذا یہ قسم مطلق مراد ہوگی اور بعد میں بھی باقی رہے گی۔شرح وقایہ کے صفحہ ۴۸ پر ہے:خاوند نے بیوی کو کہا "اگر میں تجھے طلاق نہ دوں تو تجھے طلاق ہے" تو یہ قسم عمر بھر کے لئے ہے،اگر عمر بھر طلاق نہ دی تو موت کے قریب آخری گھڑی میں طلاق ہوگی کیونکہ اس وقت معلوم ہوگا اس نے عمر بھر طلاق نہ دی ورنہ زندگی میں ہر وقت طلاق کا احتمال تھا،تو اسی طرح "نماز نہ پڑھنے کی شرط" کا وقوع عمر کے آخر میں ہوگا ورنہ زندگی میں ہر وقت نماز پڑھنے کا احتمال موجود ہے۔قہستانی ص۲۷۹ میں ہے کہ اصح قول یہ ہے کہ عمر کے آخری حصہ میں خاوند یا بیوی کی موت سے ایک گھڑی قبل شرط کا وقوع

[5] شرح الوقایہ بیان لغویۃ التطلیق قبل التزوج مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۷۷

[6] جامع الرموز(قہستانی) کتاب الطلاق مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۵۱۳

آں زن ازاں تاریخ تاایں دم متعودہ گشت، فی قاضی خاں ص۳۴۱ **ولو قال اذا طلقتك فانت طالق واذا لم اطلقك فانت طالق فلم يطلق حتى ماتت طلقت ثنتين فی اٰخر جزء من اجزاء حياته** [7] ایں ہمہ ثبوت مدعا ست ایضافیہ ص۲۲۹ **رجل قال لامرأته ان لم اجامعك علٰی راس هذاالرمح فانت طالق فما داما حيين والرمح قائم لایحنث** [8] وقبیل موت احدہما یا بعد ضیاع رمح حانث شود ہکذا **مانحن فيه واللّٰہ تعالٰی اعلم**، اگر تسلیم کردہ شود کہ طلاقین اولین واقع شدند تاہم بوجہ رجعت باطل چنانکہ بعد طلاق بائن اگر تجدید نکاح کند بعدہ ایضا طلاق دہد طلاقین اولین باطل شوند بعد تجدید نکاح اگر طلاق دہد آں در حساب کردہ آید نہ طلاق قبل تجدید نکاح ہمچنیں بعد رجعت اول طلاق باطل است کمافی	معلوم ہوگا،اور نوادر میں ہے کہ اگر خاوند نے بیوی کو کہا" تجھے طلاق اگرچہ میں طلاق نہ دوں" تو بیوی کے مرنے پر طلاق نہ ہوگی،اسی طرح اس مسئلہ میں بیوی مرنے سے قبل نماز نہ پڑھے گی تو اس کو دو طلاقیں رجعی ہونگی جبکہ زیر بحث صورت میں بیوی نے نماز نہ چھوڑی بلکہ اس وقت سے لے کر آج تک وہ نماز کی عادی اور پابند ہے۔ قاضی خاں کے ص۳۴۱ میں ہے کہ اگر خاوند نے کہا"جب میں تجھے طلاق دوں تو تجھے طلاق اور جب تجھے نہ دوں تو تجھے طلاق"اس صورت میں عورت کے مرنے پر اس کو طلاق ہوگی اور اس کی عمر کی آخری گھڑی میں دو طلاقیں ہونگی یہ تمام بحث مدعٰی کے ثبوت کے لئے تائید ہے۔اسی میں ص۲۲۹ پر ہے کہ ایک شخص نے بیوی کو کہا کہ "اگر میں نے اس نیزے کے سر پر تجھ سے جماع نہ کروں تو تجھے طلاق ہے۔"اس صورت میں جب تک خاوند اور بیوی زندہ ہیں اور نیزہ بھی موجود ہے طلاق نہ ہوگی،ہاں کسی کے مرنے یا نیزے کے ختم ہوجانے پر طلاق ہوگی،تو زیر بحث مسئلہ بھی ایسا ہی ہے،واللہ تعالٰی اعلم۔اگر تسلیم کرلیا جائے کہ احمد علی کی بیوی کو پہلی دو طلاقیں ہوگئی ہیں تو تب بھی ان سے رجوع کرلینے پر وہ کالعدم ہوگئیں جس طرح کہا بائنہ طلاق کے بعد اگر تجدید نکاح کرلیں اور اس کے بعد طلاق

[7] فتاوی قاضی خاں باب التعلیق نولکشور لکھنؤ ۱/۲۲۰

[8] فتاوی قاضی خاں باب التعلیق نولکشور لکھنؤ ۱/۲۲۸

الدر المختار لو طلقها رجعیا فجعله بائنا او ثلثا[9] وردالمحتار قوله قبل الرجعة لانه بعدها یبطل عمل الطلاق فیتعذر جعلها بائنا او ثالثا هکذا فی الطحطاوی[10] ازیں عبارت خوب واضح شد طلاقین اولیین بوجہ رجعت باطل ست اکنوں برائے طلاق بلاشرط رجعت صحیح است وهو المدعی۔ والله تعالٰی اعلم۔ المستخرج محمد وجیه الله۔	دے دے تو بعد والی گنتی میں ہوگی اور پہلی گنتی میں نہ ہوگی کیونکہ پہلی تجدید نکاح سے کالعدم ہوگئی ہے۔ اسی طرح رجوع کرلینے کے بعد پہلی دی ہوئی طلاقیں کالعدم ہوجائیں گی، جیسا کہ درمختار میں ہے کہ اگر رجعی طلاق دی ہو تو اس کو بائنہ بنادے یا تین طلاق دے دے۔ اس پر ردالمحتار میں کہا کہ ماتن کا قول "رجعت سے پہلے" یہ اس لئے کہ اگر رجعت کے بعد ہو تو طلاق کا عمل باطل ہوجاتا ہے اس لئے اس کو بائن یا تین بنانا ممکن نہ رہے گا، طحطاوی میں یوں ہے: اس عبارت سے خوب واضح ہوگیا کہ احمد علی کی بیوی کی پہلی دونوں طلاقیں رجعت کی وجہ سے کالعدم ہوجائیں گی۔ اب اس کے بعد کسی شرط کے بغیر دی ہوئی طلاق پر رجوع کرنا صحیح ہوگا، یہی مطلوب ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔ مسئلہ کا حل پیش کرنے والا محمد وجیہ اللہ۔

الجواب:

اللّٰهم هدایة الحق والصواب رب انّی اعوذبك من همزات الشیٰطن واعوذبك رب ان یحضرون در صورت مستفسرہ زن احمد علی از حبالہ نکاحش بدر رفت، ونہ آنچناں کہ بمجرد تجدید نکاح باز زن او تواں شد بلکہ تحلیل لازم ست وبے توسط شوہر دیگر حرمت جازم قال الله تعالٰی فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ[11] حالانکہ	اے اللہ! حق اور درستگی کی رہنمائی فرما، اے رب! میں شیطان کے غرور سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اور اے رب! شیطانوں کی موجودگی سے تیری پناہ چاہتا ہوں، مسئولہ صورت میں احمد علی کی بیوی اس کے نکاح سے خارج ہوگئی اور اب تجدید نکاح سے بھی حلال نہ ہوگی بلکہ حلالہ ضروری ہے اور دوسرے شخص سے نکاح کئے بغیر قطعی حرام رہے گی، اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے: اگر تیسری طلاق دے دے تو اس کے بعد بیوی حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ وہ دوسرے

---

[9] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۵

[10] ردالمحتار باب الکنایات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۶

[11] القرآن الکریم ۲/۲۳۰

احمد علی بتعلیم کسے ادعائے ارادہ عموم میکند یعنی آنکہ اگر تو درہمہ عمر خودت ہیچگاہ پیراموں نماز نکردی ودر مدت حیات یک نماز ہم ادانہ کنی برتو دو طلاق باشد حیلہ ایست کاسدہ وبہانہ ایست بس فاسدہ کہ غیر طفلاں بخبر ہیچ عاقلے بجوئے نخرو مقصود وعظ زجرآں می شد کہ پابند نماز شود ہمیں معنی در مستفاہم عرف کہ مبنائے ایمان ست مفہوم شود نہ آنکہ در مدت العمر یک سجدہ پسند ست اگر ترا بینم کہ مردے واز دنیا رخت بردی ہیچ گاہ یک سجدہ الہ نکردی آنگاہ بدم واپسیں کہ خود از نکاح من بیروں مے روی برتو دو طلاق باشد ایں معنی کہ اضحوکہ بیش نیست زنہار نہ مراد قائلاں مے باشد ونہ مفہوم اہل عرف وزباں، وخود احمد علی صباح آں شب بکار روائی عملی خود مرا خودش کہ آشکارا بود آشکارا تر نمود کہ چوں زن نماز عشاء نگزارد بامداد آں رجعت نمود اگر قصد آں بودے کہ حالا بآموزگاری دستاں سازاں دامے نماید طلاق برکہ بود ورجعت از چہ فرمودازیں ہمہ واضحات گزشتن وگزاشتن وبہر تحلیل فرج حرام نظر بر فریب وحیلہ گماشتن کار مسلمانی نیست وہم ازینجا حیلہ قصد وعدہ از ہم پاشد بل ہر حیلہ کہ فسو نسازے حالاتراشد عمل بامدادی

شخص سے نکاح نہ کرے، اب احمد علی نے کسی کے سکھانے پر جو حیلہ گھڑا اور کہا کہ عموم کا ارادہ کیا ہے یعنی تمام عمر کبھی کہیں کوئی نماز بیوی نہ پڑھے اور تمام عمر ایک نماز بھی نہ پڑھے تو تجھے دو طلاقیں، یہ حیلہ جھوٹ اور خالص فاسد بہانہ ہے جس کو بیخبر بچوں کے علاوہ کوئی عقلمند تسلیم نہیں کرے گا، جبکہ مقصد یہ ہے کہ بیوی کو نماز کا پابند بنانے کے لئے نصیحت اور ڈانٹ کے طور پر بات کی گئی ہے لوگوں کے عرف میں یہی سمجھا جاتا ہے کہ بیوی کو نماز کا پابند بنانے کے لئے کوئی نماز ترک کرنے پر اس کو دو طلاقیں ہوں گی، نہ یہ کہ تیرا ایک سجدہ ہی پسند ہے اور جب تو مرنے لگی اور دنیا سے رخصت ہوتی دیکھوں کہ تونے کوئی ایک سجدہ نہ کیا اور دنیا سے واپس جاتے ہوئے جبکہ از خود نکاح ختم ہورہا ہو تو تجھے دو طلاقیں ہوں گی، یہ معنی تو مذاق کے سوا کچھ بھی نہیں اور نہ ہی ایسی بات کرنے والوں کا ہرگز یہ مقصود ہوتا ہے اور نہ ہی اہلِ زبان اور اہلِ عرف یہ معنٰی سمجھتے ہیں۔ احمد علی نے رات کی کارروائی جو کہ پہلے واضح تھی اس کو صبح مزید واضح کرتے ہوئے بیوی کے عشاء کی نماز رات کو نہ پڑھنے پر دو رجعی طلاقوں کے بعد صبح اس نے رجوع کیا، اگر اس کا مقصد وہی تھا جو حیلہ سازوں نے اس کو سکھایا تو عشاء کی نماز نہ پڑھنے سے طلاق نہ ہوئی تو رجوع کیسا اور کس سے رجوع کیا، اس تمام واضح چیز کو نظرانداز کرنا اور

احمد علی ہمہ را جان خراشد و قولہ ایں بیچارہ بے علم چہ داند فقیر سخن ازاں در رد معلم اومی راند وہمچناں ابطال طلاق بہ رجعت کہ ایں کلمہ ملعونہ از زبانش ہماں بتعلیم ضلال برآمد ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم حکم مسئلہ در فتوائے جلیلہ سابقہ ہرچہ تمامتر روشن شدہ است اینجا تسکیناً للھواجس وتوھینا للوساوس والدسائس حرفے چند نافع و سود مند در رد فتوائے دیوبند بر نگاریم وامیدِ توفیق از حضرت عزت عزوعلا داریم، ایں طرفہ فتوی جامع الخطا والطغوی کہ اثر دیوبندیش از ہر سطر اش ہویدا وجان وجہاں دیوبندیاں بر حرف حرفش شیدا بملاحظہ آمد، نوبادہ دیوبندیاں در تحلیل حرام خدا بہ تسویل نفس پر دغا، چہ ستم اعجوبہا بکار برد کہ کہن مشتقاں دیوبندرا نیز رونق بازار برد تفصیلی مفضی تطویل، لہذا بر ماقل وکفی تعویل وحاشا روئے سخن بر ہیچو ناشناسانِ فن بلکہ مقصود نصح عوام مومناں ست، تامبادا باغوائے کسے حرام خدارا حلال پندارد، وکلمات خطا وضلال حتی کہ تکذیب صریح کلام ذی الجلال را سہل انگارند والعیاذ باللہ العزیز الرحیم، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ

فریب اور غلط حیلہ سے حرام شرمگاہ کو حلال کرنا مسلمانوں کا کام نہیں ہے، نیز یہاں یہ حیلہ کرنا کہ احمد علی نے وعدہ طلاق کا قصد کیا ہے، خود بخود ختم ہوگیا بلکہ وہ تمام حیلے جو کارسازوں نے اسے سکھائے ہیں ان سب کو خود احمد علی نے صبح رجوع کی کارروائی سے باطل قرار دیا اور اس مجیب بیچارے بے علم کو کیا معلوم ہے، یہ فقیر اس کے استاذ کے رد میں بیان کرتا ہے اور یونہی استاذ کے سکھائے ہوئے اس کلام میں کہ رجوع کرنے سے پہلی طلاقیں باطل ہوگئی ہیں جو کسی گمراہ کے بہکانے پر اس کی زبان نے استعمال کی ہیں کا رد کیا جائے گا۔ ان گمراہ کلمات پر "لاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم" ہی پڑھی جاسکتی ہے، مسئولہ صورت کا جواب مذکور کلمات سے مکمل ہوگیا ہے تاہم شکوک کو ختم کرنے اور وسوسوں کو مٹانے کیلئے دیوبندی کے فتوی کے رد میں کچھ کلام کی جائے تو مفید اور سود مند ہوگی جس کے لئے میں اللہ تعالٰی سے توفیق کا خواستگار ہوں۔ یہ ردی فتوی جو گمراہی اور غلطیوں کا مجموعہ ہے اس کی ہر سطر سے دیوبندیت اور جہالت نمایاں ہورہی ہے اور اس کے ہر حرف سے دیوبندیوں کا سرمایہ ملاحظہ کیا جاسکتا ہے، دیوبندیوں کا یہ نیا تماشہ جو اللہ کی حرام کردہ کو حلال بنانے کے لئے من گھڑت فریب سے پر ہے۔ ان عجوبوں پر ظلم یہ کہ دیوبند کی کہنہ مشق شخصیات بھی بازار کی رونق

العلی العظیم عزیزان ہلہ ہشیار وے شتاب زدگی نباید شہسوار خامہ برق بار را بجالش آمدن دہید بحولہ تعالٰی حالا خالی شود وبیان بہ عیاں رسد کہ بیچارہ از اثر دیوبندی چسپاں تکذیب نص قطعی قرآن وخرق اجماع ائمہ موماناں علیہم الرضوان نمود، وبطمع آنکہ مگر فرجے حرام را برائے دیگرے حلال نماید حیا در ملا برروئے خودش کشود وقد صدق رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فیما یرویہ عنہ ابوھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عند البیھقی فی شعب الایمان من اسوء الناس منزلۃ من اذھب اٰخرتہ بدنیا غیرہ[12]۔ والعیاذ باللہ رب العٰلمین ہماچیدہ چیدہ در تنبیہات عدیدہ مفیدہ بر چند خطایائے ایں فتوی نوچاویدہ آگاہی دہیم، تا عاقلاں پے برند وغافلاں خبردار شوند وخاطیاں اگر توفیق یابند گرہ، ہمچناں کور کورانہ نروند وباللہ التوفیق ووصول التحقیق۔

ثابت ہوئے ضرورت سے زائد بات موجب تطویل ہوگی لہٰذا ہم پر قلیل اور کافی کو پیش کرنا مناسب ہے ان جیسے ناسمجھ لوگوں سے ہرگز روئے سخن نہیں ہے بلکہ اہل ایمان کو نصیحت مقصود ہے تاکہ کہیں کسی کے بہکانے پر اللہ تعالٰی کے حرام کردہ کو حلال نہ سمجھ لیں، اور غلط وگمراہی کی باتیں حتی کہ اللہ تعالٰی کے صریح کلام کی تکذیب ہیں پر سہل انگاری سے کام نہ لیں العیاذ باللہ العزیز الرحیم، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ عزیزان نہایت ہوشیار بے صبری نہیں چاہئے، تیز رفتار شہسوار قلم کو حرکت میں آنے دو اللہ تعالٰی کے فضل سے میدان صاف اور بیان واضح ہوجائے گا کہ اس مجیب بیچارے نے دیوبندی اثر کی بنا پر قرآن پاک کی نص قطعی کی تکذیب اور مومنوں کے ائمہ کرام رضوان اللہ علیہم کے اجماع کی خلاف ورزی کس طرح کی ہے اور وہ بھی حرام شرمگاہ کو غیر کے لئے حلال کرنے کے لالچ میں جرأت کرکے شرمساری اپنے ذمے لے لی ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا سچا ارشاد روایت فرمایا جس کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے کہ لوگوں میں سب سے بڑا بدبخت وہ شخص ہے جو غیر کی دنیا کے لئے اپنی آخرت خراب کرے والعیاذ باللہ رب العٰلمین، اب ہم چند تنبیہات مفیدہ، اس عجیب فتوی کی چند غلطیوں پر آگاہی کے لئے ذکر کریں گے تاکہ بے پر عاقل اور غافل لو

---

[12] شعب الایمان باب فی اخلاص العمل للہ وترک الریاء حدیث دار الکتب العلمیہ بیروت ۳۵۸/۵

خبر دار ہو جائیں اور خطاکار اگر توفیق پائیں تو دوسروں کے نہ راستے کو نہ اپنائیں، توفیق اور حق تک رسائی اللہ تعالٰی سے ہی حاصل ہوتی ہے۔(ت)

اول: آنکہ خرق طلاق را تبدیل صورت سوال رفو خواست سوال کہ ایں جا آمدہ بود لفظش آں بود کہ "ایک شخص نے اپنی بی بی کو بعد نماز مغرب کے کہا کہ اگر تو نماز نہ پڑھے گی تو دو طلاق ہے"۔ و تعلیم سوال دیوبندی آنچناں ساخت کہ باعتدال طبع واستقلال مزاج بطریق زجر وتنبیہ گفت کہ نماز بخواں اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق بجائے تو دو طلاقہ، ترا دو طلاق نمود تا بزعم باطل خودش اوراز تعلیق برآوردہ وعدہ طلاق نماید وبدنداں طمع گرہ از کار احمد علی کشاید وپیداست کہ تبدیل صورت بعد اطلاع بر حکم شرعی نمی باشد مگر از راہ مکر وخدع باز سائل ماکہ دوبارہ ایں سوال فرستاد نقاب از روئے دستاں ایں ہواپرستاں کشادہ کہ لفظ خاص احمد علی بزبان بنگالہ "دیلام" کہ صراحۃً بمعنی دادم ست نوشت وبساط اختراع وعد یکسر در نوشت۔

اول: یہ کہ، طلاق کے نشان کو سوال کی صورت میں تبدیلی کرکے، مٹانا چاہا، یہاں جو سوال آیا اسکے الفاظ یہ ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو نمازِ مغرب کے بعد کہا"اگر تو نماز نہ پڑھے گی تو دو طلاق ہے"اور دیوبندی کی تعلیم سے سوال یوں بنادیا: ایک شخص نے اعتدال طبع اور مستقل مزاجی سے زجر اور تنبیہ کے طور بیوی کو کہا کہ تو نماز پڑھ، اگر تو نماز نہ پڑھے تو تجھے دو طلاق، یوں اس نے "تو دو طلاق" کی بجائے "تجھے دو طلاق" بنادیا، تاکہ اپنے باطل زعم میں وہ تعلیق طلاق سے نکال کر وعدہ طلاق بناسکے اور لالچ کے دانتوں سے احمد علی کی کارروائی کی گرہ کو کھولے، اور واضح بات ہے کسی شرعی حکم کے معلوم ہونے پر سوال کی صورت کو تبدیل کرنا صرف مکروفریب ہی کہلاسکتا ہے پھر جس نے ہمارے پاس دوبارہ یہ سوال بھیجا ہے اس نے ان نفسانی خواہشات پرستوں کی داستان سے پردہ ہٹادیا ہے کہ احمد علی نے جو لفظ خاص اس موقعہ پر بنگالی زبان میں استعمال کیا ہے وہ "دیلام" ہے جو کہ صراحۃً "میں نے دی" کے معنی میں ہونا لکھا ہے اور وعدہ کی اختراعی صورت بالکل ختم کردی۔(ت)

دوم: فرقے کہ در تو طلاق وترا طالق از پیش خویش برآورد محض ایجاد بندہ است بیچارہ در انشائے تعلیق و تعلیق انشا فرق نمی داند مقصود و مفاہم عرف اول ست نہ ثانی، ومعنی استقبال خود لازم ہر جز است چنانکہ در قولش اگر چناں کنی تو طلاق معنی آنست کہ مطلقہ شوی ہم بایں انشانہ بانشائے جدید، کہ آں وقت وعدہ ابدایش میدہد، ہمچناں در قولش اگر نچناں کنی ترا طلاق معنی ہمان ست کہ تراطلاق شود بہمیں انشاء نہ بانشائے موعود، وطلاق آنچناں کہ صدورًا وصف مرد ست کہ از وبمصدر مبنی للفاعل اے مطلقیت بالکسر تعبیر کند ہمچناں وقوعًا صفت زن کہ از وبمصدر مبنی للمفعول اعنی مطلقیت بالفتح نشان دہد پس مقدر خواہد شد بود نہ کہ خواہم دادا گر مجرد ملاحظہ آنکہ ایں صفت زن بے فعل شوے صورت نہ بندد مشعر فعل جدید موعود ومفید معنی وعدہ شود پس ایں خود در قول او، اگر چناں شود تو طلاق نیز نقد وقت ست زیراکہ از طلاق بمعنی رفع کہ فعل زوج ست اورا نیز ناگزیر ست بلکہ ہیچ لفظے ازیں معنی بے نیاز نبود پس اگر ایں ملاحظہ بموجب معنی وعدہ شدے ہمانا ہیچ تعلیق صورت نہ بستے مثلًا در تو طلاق نیز تواں گفت کہ معنی آنست کہ تو مطلقہ خواہی شد ومطلقہ نیست مگر آنکہ بروئے ایقاع طلاق نمودہ شود پس معنی آں شد کہ بر تو ایقاع طلاق کردہ خواہد شد وپیدا است کہ ایں وعدہ طلاق نیست بالجملہ ایں وسوسہ وتفرقہ جہالتے بیش نیست۔

دوم: "تو طلاق، اور تجھے طلاق" کا فرق خود اپنی طرف سے من گھڑت بنایا، اس بیچارے کو تعلیق کی انشاء اور انشاء کی تعلیق کا فرق معلوم نہ ہوسکا، جبکہ عرف میں پہلا یعنی تعلیق کی انشاء مقصود ومتعارف ہے نہ کہ دوسرا، اور پھر ہر جزء کو استقبال خود لازم ہے مثلًا یہ کہنا کہ "تو اگر یوں کرے تو طلاق ہے" اس کا معنی یہ ہے کہ "تو مطلقہ ہوجائے گی" اور انشاء بھی یہی ہوگا نہ کہ کوئی بعد میں جدید انشاء ہوگا، اور طلاق صادر ہونے کے اعتبار میں خاوند کی صفت ہوتی ہے جس کو طلاق دینے والا، سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور یونہی وہ وقوع کے اعتبار سے بیوی کی صفت ہوتی ہے جس کو مطلقہ سے تعبیر کرتے ہیں (یعنی خاوند کے لئے طلاق مصدر مبنی للفاعل اور بیوی کے لئے وہی طلاق مصدر مبنی للمفعول بن جاتا ہے) تو یہاں "ہوجائے گی" کی تقدیر بنے گی نہ کہ "میں دوں گا" کی تقدیر بنے گی۔ اور اگر صرف یہ لحاظ ہو کہ یہ بیوی کی صفت خاوند کے فعل کے بغیر بن گئ تو بات نہ بنے گی اور اس سے خاوند کے جدید آئندہ فعل اور طلاق کا وعدہ نہ بن سکے گا، پس خاوند کا یہ کہنا کہ "اگر یہ ہوجائے تو طلاق" بھی بروقت انشاء ہے کیونکہ طلاق جس کا معنی ہٹانا اور کھولنا ہے بھی خاوند کے فعل کا نام ہے جو کہ ضروری ہے، بلکہ کوئی لفظِ طلاق بھی خاوند کے فعل سے بے نیاز نہیں ہوسکتا، پس اگر اس لحاظ سے اس کو وعدہ والا معنی قرار دیا جائے تو پھر تعلیق کے لئے کوئی صورت نہیں بن سکے گی مثلًا کوئی یوں کہے "تو طلاق ہے" تو وہ کہہ سکتا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے تو مطلقہ ہوسکے گی اور ابھی

سوم: جناب مجتہد العصر باجتہاد خودش ایں فرق بدیع ابداع نمود وندید یا دیداز چشم حق پوشید کہ در کتب مذہب تصریحا جا بجا لفظ "تراطلاق" تعلیق قرار دادہ اند نہ وعدہ، در فتاوٰی خلاصہ و فتاوٰی عالمگیریہ فرمود اگر مرانخواہی تراطلاق فقالت می خواہم لاتطلق ھذا تعلیق بالارادة وانھا امر باطن لایوقف علیه فیتعلق بالاختیار [13] در فتاوٰی قاضی خاں و خزانة المفتین و غیرہما فرمودند اگر سہ ماہ رانیایم ودہ دینار نیارم ترا طلاق فجاء ولم یات بالدنانیر تطلق [14] در فتاوٰی ظہیریہ وخزانہ امام سمعانی فرمودہ قال لھا اگر تو حرام کنی تراسہ طلاق فابانھا ثم جامعھا فی العدة یحنث وتطلق ثلثا [15] حالانکہ مجتہد دیوبند از چشم کشادہ نظر فرماید کہ آں بالاخو اینہائے وعدو تقدیر خواہم داد کجا شد۔ **چہارم**: احمد علی رادریں دستاں استاذ خود می گوید کہ ایں مطلب از خود نگر فتم بلکہ احمد علی میگوید حالانکہ معاملہ واژ گونہ است بے چارہ	مطلقہ نہ ہوئی۔ اور جس عورت کو کئی طلاق دے تو معنی یہ ہو جائے گا کہ طلاق دوں گا حالانکہ وہ طلاق واقع کر رہا ہے اور طلاق کا وعدہ نہیں کر رہا، غرضیکہ یہ فرق کا وسوسہ جہالت ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ **سوم**: یہ عجیب فرق کرنے پر مجتہد العصر نے یہ بھی نہ دیکھا یا دیکھا اور حق نظر نہ آیا کہ مذہب کی تمام کتب میں جابجا صراحةً" تجھے طلاق ہے" کو تعلیق قرار دیا گیا ہے نہ کہ وعدہ طلاق قرار دیا گیا۔ فتاوٰی خلاصہ اور فتاوی عالمگیریہ میں ہے اگر خاوند نے بیوی کو کہا کہ "اگر تو مجھے نہیں چاہتی تو تجھے طلاق ہے" بیوی نے جواب میں کہا" میں چاہتی ہوں" تو طلاق نہ ہو گی کیونکہ یہ بیوی کے ارادہ سے معلق ہے اور ارادہ باطنی چیز ہے اس پر واقفیت نہیں ہو سکتی لہٰذا بیوی کے اختیار پر فیصلہ ہوگا، اور فتاوٰی قاضی خان اور خزانة المفتین وغیرہما میں فرمایا ہے کہ خاوند نے بیوی کو کہا" اگر میں تین ماہ کو نہ آؤں اور دس دینار نہ لاؤں تو تجھے طلاق"۔ تو تین ماہ کے بعد آیا اور دس دینار نہ لایا تو طلاق ہو جائے گی۔ فتاوٰی ظہیریہ اور خزانہ امام سمعانی میں فرمایا اگر بیوی کو کہا اگر تو حرام کرے تو تجھے تین طلاق۔ اس کے بعد اس نے بیوی کو طلاق بائنہ دے کر اس سے عدت میں جماع کیا تو قسم ٹوٹ جائے گی اور تین طلاقیں ہو جائیں گی دیوبندی مجتہد آنکھ کھول کر دیکھے کہ مذکورہ بالا عبارات میں وعدہ اور "طلاق دوں گا" کہاں ہے۔ **چہارم**: احمد علی کی اس داستان کا استاذ خود کہتا ہے کہ "یہ مطلب میں نے خود نہیں بنایا بلکہ احمد علی کہتا ہے" حالانکہ یہ گہرا معاملہ ہے اگر بے چارہ

[13] فتاوٰی ہندیة الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیة نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۸۷

[14] خزانة المفتین فصل فی التعلیق قلمی نسخہ ۱/ ۱۱۳

[15] خزانة المفتین فصل فی التعلیق قلمی نسخہ ۱/ ۱۱۲

احمد علی اگر ازیں کید عظیم آگہی داشتے صبحگاہ چار تخم رجعت کاختے۔

پنجم: باز کہ باعتراف حق گرائید سخنے لغو وبے سود چاویدن گرفت کہ معلق بر سہ گونہ است وقسم را قسمت دانستہ میگوید مجموعہ شش قسمت است حالانکہ ایں تقسیم را در مسئلہ دائرہ دخلے نیست اینجا وفرق حکم میان قسمے وقسمے نیست خودش می سراید **هذا يعم الصورة الستة كلها من غير فرق** ہوشمندرا پرسیدن ست کہ چوں اینجا ہر قسم را حکم یکے ست ذکر ایں تقسیم از شش چہ رو در میان آمد جزینکہ بینندہ داند کہ جناب اجتہاد مآب راگاہے بر شرح وقایہ ہم نظر افتادہ است **ولو مع عدم الفهم**۔

ششم: شان الٰہی نظارہ کردنی ست کہ خود در ضمن باطل نادانستہ لب بحق می کشاید وباز از خطب بہ جذب می گراید، مرادش آں بود کہ ایں تعلیق را دائم نماز چسپاں نماید تا بوقوع صلوٰۃ ولو مرۃ زن را تحفظ از طلاق بدست آید از ہمیں رو منطق الطیر خود را خرچ نمود ومطلب را کشاں کشاں برآں منزل آورد کہ اگر از زن احمد علی یک نماز ہم پیش از مرگ واقع شد اوراطلاق نیست حالانکہ ایں جا خود می گوید حیث لایشعر راہ حق می پوید، کہ غرض متکلم نیز معتاد للصلوٰۃ شدن زوجہ ست دائما سبحان اللہ ایں شتر گربگی بیں غرض متکلم آں بود کہ زوجہ دائما معتاد نماز شود یا آں شد کہ زن در مدۃ العمر یک سجدہ بجاآرد گو در سائر عمر خودش ہیچ روئے بقبلہ میار ببیں تفاوت رہ از کجاست

احمد علی اس عظیم مکر کو سمجھتا تو صبح کو رجوع کیوں کرتا۔

پنجم: پھر حق کے اعتراف سے گریز کرتے ہوئے لغو اور بے سود معاملہ میں الجھ گیا کہ "معلق تین قسم پر ہے" اور قسم کو تقسیم سمجھ کر کہتا ہے "مجموعہ چھ قسم ہے" حالانکہ زیر بحث مسئلہ میں اس تقسیم کا کوئی دخل نہیں ہے اور یہاں اقسام میں کوئی فرق نہیں ہے اور خود کہتا ہے کہ یہ حکم تمام چھ اقسام کو شامل ہے، اس عقلمند سے کوئی پوچھے کہ جب سب کا حکم ایک ہے تو پھر اس تقسیم کو کس وجہ سے درمیان میں لایا گیا سوائے اس کے کہ دیکھنے والے کو معلوم ہوجائے کہ جناب مجتہد صاحب کی نظر شرح وقایہ پر بھی پڑی ہے اگرچہ سمجھ نہیں آئی۔

ششم: خدا کی شان دیکھئے کہ باطل کے ضمن میں غیر شعوری طور پر حق زبان سے نکل گیا اور پھر دوبارہ گڑھے میں گرگیا، اس کا مقصد تو یہ تھا کہ اس تعلیق کا تعلق دائمی ترک نماز سے بنائے تاکہ ایک نماز بھی پڑھ لینے پر بیوی کو طلاق سے تحفظ مل سکے، اسی بناء پر اپنی منطق کو استعمال کرتے ہوئے مطلب کو کھینچ تان کر اس منزل پر لے آیا کہ اگر احمد علی کی بیوی مرنے سے قبل ایک نماز بھی پڑھ لے تو طلاق نہ ہوگی حالانکہ یہاں راہ حق کو غیر شعوری طور پر پاتے ہوئے کہتا ہے کہ متکلم کی غرض بھی یہی کہ اس کی بیوی دائمی طور پر نماز کی عادی ہوجائے، سبحان اللہ! اس شتر کی چال دیکھئے کہ یا متکلم کی غرض بیوی کو دائمی نماز کا پابند بنانا ہے یا یہ غرض ہے کہ پوری عمر ایک سجدہ بجالائے اگرچہ باقی عمر بھر قبلہ رونہ ہو

تا بکجا۔

ہفتم: خود معترف شدہ کہ غرض متکلم دائما خو گر بودن زن بہ نماز ست، می گوید پس تخصیص نماز عشاو فجر وغیرہ از کجا امد، اجتہاد تا بما نیز ہمیں می گویم کہ غرض تعود دائم ست تخصیص ہیچ نماز نیست، ہر نمازیکہ عمداً بلاعذر شرعی ترک دہد طلاق شود عشا باشد یا فجر چوں وقت عشا گزشت وزن نماز گزاشت وادا نکرد طلاقہ شدہ۔

ہشتم: باعتراف آنکہ غرض متکلم تعود دائم ست ایں چانہ زنی کہ قرینہ یمین ہم مفقود مگر از باب اجتہاد دیوبند خواہد بود یا ہما نا معنی معتاد صلوٰۃ شدن زوجہ دائماً آں باشد کہ در ہمہ عمر جز یکبار ہیچ نماز ادا نہ کند ولاحول ولاقوۃ الاباللہ۔

نہم: تخصیص یمین الفور بصورت غضب وبے اعتدالی طبع نیز از اجتہادات دیوبندیہ است کہ در کتب مذہب ازاں نشانے نیست در فتوائے جلیلہ سابقہ چند امثلہ اش از کتب معتمدہ مذکورہ است چشم مالیدہ آنجا بیند کہ غبار ایں تخصیص از دلش بنشیند درمثال چہارم فرمودہ اند حاکم حلف کرد اگر در شہر بد معاشے آید وتراجزانہ دہم زن طلاقہ باشد ایں نیز از باب یمین الفور ست اینجا کدام غضب واشتعال طبع بود مگر جناب اجتہاد مآب از وجوہ تسمیہ الفوریک وجہ

یہ تفاوت دیکھئے کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔

ہفتم: جب خود معترف ہے کہ متکلم کی غرض بیوی کو نماز کا دائمی پابند بنانا ہے، تو عشاء یا فجر کی نماز وغیرہ کی تخصیص کہاں سے آئی، تمہارا اور ہمارا اجتہاد بھی یہی کہتا ہے کہ غرض نماز کا دائمی عادی بنانا ہے جس میں کسی نماز کی تخصیص نہیں ہے جو نماز بھی شرعی عذر کے بغیر ترک کرے گی طلاق ہو جائے گی وہ نماز عشا ہو یا فجر جب عشاء کی نماز کا وقت ختم ہو جائے اور بیوی نے نماز وقت میں ادا نہ کی تو اس کو طلاق ہو گئی۔

ہشتم: اس اعتراف کے باوجود کہ متکلم کی غرض دائمی نماز کا عادی بنانا ہے، یہ کہنا کہ "قرینہ یمین خود بھی مفقود ہے" کیسے درست ہو سکتا ہے__ لیکن دیوبند کے اجتہاد میں یہ ہو سکتا ہے کیونکہ بیوی کو ہمیشہ نماز کا عادی بنانے کا مطلب جن کے ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ تمام عمر میں ایک نماز کے علاوہ کوئی نماز نہ پڑھے (ان کے ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے) لاحول ولاقوۃ الاباللہ۔

نہم: یمین الفور کی تخصیص غصہ اور بے اعتدالی طبع سے کرنا بھی دیوبند کا اجتہاد ہے، جبکہ مذہب کی کسی کتاب میں اس تخصیص کا کوئی نشان نہیں ہے، گزشتہ چند معتمد علیہ کتب کے فتاوٰی جلیلہ کی کچھ مثالیں گزری ہیں ان کو آنکھیں صاف کرکے دیکھیں تاکہ ان کے دل سے تخصیص کی غبار نکل سکے، چوتھی مثال میں فرمایا گیا ہے کہ اگر حاکم نے قسم اٹھائی کہ "اگر کوئی بدمعاش شہر میں داخل ہوا تجھے سزا نہ دوں تو بیوی کو طلاق ہے" یہ بھی یمین فور ہے حالانکہ یہاں غصہ اور اشتعالِ طبع

راملاحظہ فرمودہ گمان بردہ باشند کہ مشبہ ومشبہ بہ یکے ست ومناسبت تسمیہ لازم حقیقت شیئ ست وایں خود از اثر تعلیم دیوبندی دور نیست۔

دہم: ازیں جاتا قول **وھکذا ما نحن فیہ واللہ تعالٰی اعلم** کہ دو ثلث تحریر اومی شود اگر فتوائے جلیلہ سابقہ را بچشم عقل وفہم ودیدن توانستے ازینہمہ یاوہ سرائیہا معاف داشتے ایں معنی کہ ظاہر مفاد لغوی لفظ تعلیق طلاق برعدم دائم نماز ست در فتوائے جلیلہ بالفاظ جزیلہ قلیلہ ادا شدہ بود باز تخصیص بالفرض بوجہے سمت ایضاح تافت کہ آفتاب حق بے حجاب سحاب تافت وخود اینکس نادانستہ ایمان آورد کہ غرض متکلم نیز معتاد للصلٰوۃ شدن زوجہ است دائما پس حق روشن شد وپردہ از جہالت دیوبندیہ برافتادودریں دو ثلث تحریر بے تحریر ہرچہ جاوید ہمہ لغو وضائع رفت کہ حاجت التفات نماند **کما لا یخفی علی کل عاقل فضلا عن فاضل** ایں الفاظ مختصرہ فتوائے جلیلہ سابقہ را کہ فعل حکم نکرہ میں ہے اور نکرہ حیز نفی میں عام ہوجاتا ہے اور عموم سلب بوجہ ایجاب جزئی کہ صبح کی نماز پڑھی صادق نہ رہا باتقریر طویل پریشانی اینکس باید سنجید عـــہ وباز تحقیق حق ناصح را کہ مگر بحکم دلالت حال واجب ست کہ خاص قسم اول یعنی صلٰوۃ ملتزمہ مبریۂ مراد ہو اور اس کا انتفاء

موجود نہیں ہے مگر اس مجتہد صاحب نے یمین فور کی وجہ تسمیہ کے وجوہ میں سے ایک وجہ کو دیکھ کر گمان کرلیا کہ مشبّہ اور مشبّہ بہ ایک ہی چیز ہیں اور وجہ تسمیہ کی مناسبت شیئ کی حقیقت کو لازم ہوتی ہے، یہ بھی تو دیوبند تعلیم کے اثر کا نتیجہ ہوسکتا ہے۔

دہم: یہاں سے لے کر اس کے اس قول "ہمارے زیر بحث مسئلہ میں ایسے ہی ہے واللہ اعلم "تک جو کہ اس کی تحریر کا دوتہائی حصہ ہے کے متعلق اگر پہلے مذکور فتوی جلیلہ کو عقل وفہم کی آنکھ سے دیکھ لے اس کی یہ تمام یاوہ گوئی ختم ہوجائے اور تعلیق طلاق کا لغوی معنی جس کا مفاد ظاہرًا دلالت کررہا ہے کہ "اگر تو نماز نہ پڑھے گی" کا مطلب دوام نماز کا عدم ہے یعنی کوئی ایک نماز نہ پڑھے، مذکورہ فتوی جلیلہ کے الفاظ نے بھرپور انداز میں اس کو بیان کردیا ہے پھر نماز فرض کی تخصیص واضح انداز میں بادل سے بے حجاب سورج کی طرح روشن ہوگئی ہے، اور خود اس شخص نے نادانستہ طور پر اعتراف کرلیا کہ "متکلم کا مقصد بیوی کو دائمی نماز کا پابند بنانا ہے" پس حق واضح ہوگیا اور دیوبندی کی جہالت سے پردہ اٹھ گیا، اور اس کی دو ثلث تحریر بے تحقیق یہاں لغو اور ضائع ہوگئی اور اس کی طرف التفات کی ضرورت نہیں جیسا کہ کسی بھی عقلمند پر مخفی نہیں چہ جائیکہ کسی فاضل پر مخفی رہے، گزشتہ فتاوی جلیلہ کے مختصر الفاظ کو "کہ فعل حکم نکرہ میں ہے اور نکرہ حیز نفی میں عام ہوجاتا ہے اور عموم سلب بوجہ

عـــہ: یہاں مسودہ میں بیاض ہے ۱۲

ایک وقت کی نماز فرض عمداً بلاعذر شرعی چھوڑنے سے صادق آجاتا ہے تو لازم ہوا کہ جب عوت نے اس حلف کے بعد عشاء نہ پڑھی صبح صادق طالع ہوتے ہی اس پر دو طلاقیں پڑگئیں باعتراف اینکس کہ غرض متکلم نیز معتاد للصلٰوۃ شدن زوجہ است دائما باید دید تو وبخدائے تو ہیچ پردہ برچہرہ حق ماندہ است حاشا ثم حاشا بشرط آنکہ تعلیم دیوبندی عقل ترا دیوبندی یعنی بندی دیو نکردہ باشد۔	ایجاب جزئی کہ صبح کی نماز نہ پڑھی، صادق نہ رہا" کو اپنی طویل پراگندہ تقریر کے مقابلہ میں اس شخص کو دیکھنا چاہئے، اور پھر اس کے بعد واضح حق کو "کہ مگر بحکم دلالتِ حال واجب ہے کہ خاص قسم اول یعنی صلوٰۃ ملتزمہ مبرئیہ مراد ہو اور اس کا انتفاء ایک وقت کی نماز فرض عمداً بلاعذر شرعی چھوڑنے سے صادق آجاتا ہے اس حلف کے بعد عشاء نہ پڑھی، صبح صادق طالع ہوتے اس پر دو طلاقیں پڑگئیں" کو یہ شخص اپنے اس اعتراف کے ساتھ "کہ متکلم کی غرض بھی بیوی کو دائمی طور پر نماز کی عادی بنانا ہے" ملا کر دیکھے تو بخدا بتائے کہ حق کے چہرہ پر کوئی پردہ باقی رہتا ہے؟ ہرگز ہرگز نہیں رہتا، بشرطیکہ دیوبندی تعلیم نے اس کی عقل کو دیوبندی یعنی شیطان کا غلام نہ بنایا ہو۔
یازدہم: مسکین بیچارہ کہ در مدرسہ دیوبند گاہے الفاظ میر زاہد بر ملاجلال را ترجمہ شنیدہ باشد بشامت بخت منطقہ منطق بر رخت فقاہت دیوبندی بست ومطلبے راکہ در فتوائے جلیلہ سابقہ باحسن طریقہ اصول ایضاح یافتہ بود باخس طرق معقول نامعقول خودش اثبات خواست وباآنکہ محققین ایں تدقیق ذائع عمدۃ المدققین سید زاہد مرحوم را بوجوہ کثیرہ رد فرمودہ اند بیچارہ دست نظر قاصر از انہا کوتاہ داشتہ بر تقلید جامد سید زاہد بسند نمود ونداشت کہ موضوع قضیہ طبعیہ معروض کلیت است وکلیت از معقولات ثانیہ پس قضیہ ذہنیہ باشد نہ خارجیہ وزنہار ایں مرتبہ از وجود خارجی بوئے نشود نہ بوجود فردے واحد نہ بوجود جمیع افراد فی الخارج بلکہ وجود فردے فی الخارج مستلزم وجود انتزاعی ایں مرتبہ ہم نتواں شد	**یازدہم:** بیچارے مسکین نے کبھی دیوبند کے مدرسہ میں ملا جلال پر میر زاہد کے الفاظ کا ترجمہ سن لیا ہوگا جس پر بدقسمتی سے منطق کی بات شروع کردی اور دیوبندی فقاہت بنادی اور مذکورہ فتاوٰی جلیلہ کا مطلب جو وضاحت کے اصول پر بہت اچھی طرح واضح ہوچکا تھا اس کو اپنی نامعقول منطق سے ثابت کرنے کی کوشش کررہا ہے اگرچہ محققین نے عمدۃ المدققین علامہ سید میر زاہد مرحوم کی بعض مشہور تدقیقات کا کثیر وجوہ سے رَد کیا یہ بیچارہ اپنی کوتاہ نظری کی وجہ سے محققین کی بیان کردہ وجوہ سے محروم رہ کر سید زاہد کی تقلید جامد پر ہی انحصار کرسکا۔ اسے معلوم نہیں کہ قضیہ طبعیہ کا موضوع کلیت کا معروض ہوتا ہے اور کلیت معقولات ثانیہ سے ہے جس کو وجود صرف ذہنی ہوتا ہے، لہٰذا یہ طبعیہ صرف قضیہ ذہنیہ ہوتا ہے

فان المنتزع تابع للانتزاع فمالم ینتزع لم یوجد ولو وجد مایصح الانتزاع منه آیا نہ بنی کہ ایں مرتبہ بے لحاظ ماہیت مع الاطلاق ای فی العنوان دون المعنون صورت نہ بندد پس بے لحاظ لاحظ بمجرد وجود فرد فی الخارج چساں وجود ذہنی پزیرد۔	خارجہ نہیں ہوتا، اور یہ ہر گز وجود خارجی کا مرتبہ نہیں پاسکتا، یہ اپنے ایک فرد یا جمیع افراد کے خارجی وجود سے بھی خارج میں متحقق نہیں ہوسکتا بلکہ کسی فرد کے خارج میں پائے جانے سے اس مرتبہ کا وجود انتزاعی بھی نہیں ہوسکتا، کیونکہ انتزاع کی ہوئی چیز، انتزاع کے تابع ہوتی ہے تو جب تک انتزاع نہ کیا جائے اس کا وجود نہیں ہوتا اگرچہ وہ چیز موجود تھی جس سے انتزاع کیا جاسکتا ہو، کیا غور نہیں کرتے کہ یہ مرتبہ ماہیت کے ساتھ اطلاق کو ملحوظ رکھے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا یعنی اطلاق کا لحاظ صرف عنوان میں ہو معنون میں نہ ہو، تو کسی فرد کے محض خارج میں لحاظ کرنے والے کے لحاظ کے بغیر پائے جانے سے ذہنی وجود کس طرح پیدا ہوسکے گا۔
دوازدہم: مراد از وجود طبیعت موضوع طبعیہ وجود خارجی است یا وجود ذہنی اول را خود اوشایاں نیست ودوم در گرد وجود فرونبود کہ بانتفائے افراد منتفی شود۔	**دوازدہم**: قضیہ کے موضوع کے لئے طبیعت کے وجود سے مراد خارجی وجود یا ذہنی وجود ہے وجود خارجی تو خود طبیعت کے شایاں نہیں، اور ذہنی وجود مراد ہو تو وہ حاصل نہیں (کیونکہ یہ افراد سے متعلق نہیں) کہ وہ افراد کے انتفاء سے منتفی ہوجائے۔
سیزدہم: الشیئ المطلق کہ ملحوظ بلحاظ عموم وکلیت واطلاق است احکام افراد بادساری نشود پس چرا بوجود فرد موجود یا بانتفائے افراد منتفی شود۔	**سیزدہم**: الشیئ المطلق کے مرتبہ میں عموم، کلیت اور اطلاق ملحوظ ہوتا ہے، اس میں افراد کے احکام سرایت نہیں کرتے تواس مرتبہ کے متعلق یہ کہنا کہ ایک فرد کے وجود سے موجود یاایک فرد کے انتفاء سے منتفی ہوجانا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔
چہاردہم: اگر بفرض باطل طبعیہ راخارجیہ گویم پس وجود طبیعت بوجود ہریک از افراد متعاقبہ ہماں نحو وجود ست کہ بوجود فرد اول عارض شود یا غیر آں ولو بالاعتبار اول باطل ست کہ تحصیل حاصل ست وعلی الثانی چوں بوجود ہر فرد نحوے از وجود عارض شود بانتفائے آں فرد ہمانحو وجود منتفی شود پس	**چہاردہم**: اگر بفرض باطل، ہم مان لیں کہ قضیہ طبعیہ کا وجود خارجی ہے تو طبیعہ کا وجود اس کے افراد متعاقبہ میں سے ہر فرد کے وجود سے ہوگا جو کہ اس کے فرد اول کا وجود ہے یا اس کا کوئی غیر وجود ہوگا اگرچہ یہ غیریت اعتباری ہی ہو، اول باطل ہے کیونکہ یہ

انتفا بانتفائے ہر فرد رو نماید و تفرقہ ایں حکم میان مطلق الشیئ والشیئ المطلق ضائع برآید۔

پانزدہم: ایرادات قاہرہ بریں تفرقہ باہرہ در کلماتِ زائرہ ملک العلماء بحر العلوم قدس سرّہ مطالعہ کن غرض بالقدر مایتعلق بالمقام این ست کہ احمد علی زنِ خود را گفت اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق پس بالبداہۃ مقصود او نمازے ست کہ خواندن و گزاردن وادا نمودن در خارج برروئے کار آوردن را شایاں بود نہ نمازے کہ وجودش محض ذہنی واعتباری باشد و قابلیت ایقاع وادا اصلاندارد پس محال ست انچہ گفتہ کہ مراد دریںجا الصلٰوۃ مطلقۃ یعنی موضوع قضیہ طبعیہ است وبہ بطلانش بطلان ہمہ انچہ برو متفرع کردہ واضح فان فساد المبنی فساد البناء۔

شانزدہم: ہنگام تحقق شرط بر عدم حنث نہ خفائے داشت کہ محتاج بہ نقل بودے فاما مجتہد دیوبند کمال سلیقہ خود را در جلوہ دادن خواست وعبارت عالمگیری الاصل ان الیمین متی عقدت علی عدم الفعل فی محلین ینظر فیہما الٰی شرط البرا کہ ازیں محل بیعلاقہ بود بہ سند نمود مسکین اگر آں واضحہ را در محل لائق او نتوانستی دید کاش ہم ازیںجا بر فقرہ

تحصیل حاصل ہے، اور دوسری شق پر جب ہر فرد کے وجود سے طبیعت کو ایک قسم کا وجود عارض ہوا تو اس فرد کے انتفاء سے طبیعت کو حاصل شدہ وجود منتفی ہوگا، تو لازم آئے گا کہ ہر فرد کے انتفاء سے طبیعت کا انتفاء ہو جائے تو اس حکم میں مطلق الشیئ اور الشیئ المطلق کا فرق فضول ہوگا۔

پانزدہم: اس فرق پر مضبوط اعتراضات کا مطالعہ ملک العلماء بحر العلوم کے کلام میں کرو۔ زیر بحث مقام سے متعلق غرض یہ ہے کہ احمد علی نے اپنی بیوی کو کہا کہ اگر تو نماز نہ پڑھے تو تجھے دو طلاقیں، پس بالبداہت معلوم ہے کہ اس کا مقصد وہ نماز ہے جو خارج میں پڑھی اور ادا کی جاسکے، نہ وہ نماز جس کا وجود محض ذہنی اور اعتباری ہو اور خارج میں پڑھنے اور ادا کرنے کے قابل نہ ہو، تو یہ کہنا کہ یہاں صلٰوۃ مطلقہ مراد ہے جو قضیہ طبعیہ کا موضوع ہے، محال ہوگا، اس کے بطلان کے بعد وہ تمام باتیں باطل ہوگئیں جو اس پر متفرع کی گئی ہیں، یہ واضح بات ہے کیونکہ مبنی کے فساد سے بناء کا فساد ہوتا ہے۔

شانزدہم: عدم فعل کی شرط کے پائے جانے پر حنث کا پایا جانا واضح بات ہے جس پر کسی نقل کی ضرورت نہ تھی، لیکن دیوبندی مجتہد بڑے سلیقہ سے اپنا جلوہ دکھانا چاہتا ہے اور اس کا یہاں عالمگیری کی عبارت "کہ قاعدہ یہ ہے کہ اگر قسم کا تعلق ایسے عدم فعل سے ہو جس کا تعلق دو محل سے ہو تو دونوں میں قسم پورا ہونے کی شرط کو دیکھا جائے گا" کو بطور سند پیش کرنا بے علاقہ

وعند فوات شرط البر یتعین الحنث کہ بہ تکلف متکلف بطور مفہوم مخالف با مقصود او موافق می تواں شد قناعت کردے تعلیق یمین بہ دو محل رادریں محل چہ مقام و محل۔	بات ہے اس غریب کو اس واضح بات پر کوئی مناسب دلیل نظر نہ آئی تھی تو یہاں اس فقرہ پر کہ "اور قسم پورا ہونے کی شرط کے فوت ہوجانے پر حنث لازم اور متعین ہوگا" اکتفاء کرلیتا کیونکہ یہ بطورِ مفہوم مخالف اس کے مقصد کے موافق تھی، تو اس مفہوم مخالف کا تکلف کرلیتا، جبکہ قسم کو دو محلوں سے معلق کرنے کا یہاں کیا مقام تھا۔
ہفدہم: آنکہ از عالمگیریہ مسئلہ ان لم تعطینی هذا الثوب[16] باز مسئلہ ان لم اطأك مع هذه المقنعة[17] آوردو مسکین درمیان ایں دو مسئلہ مسئلہ کہ ہمیں عالمگیری از محیط از فتاوائے امام فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ آورد واز بے بصری نہ دید یا دید واز بے بصیرتی نہ فہمید یا فہمید واز راہ مغالطہ عوام قطع وبرید گزید، ببیں کہ در ہمیں سطور عالمگیری چہ میں فرماید فی فتاوٰی ابی اللیث رحمه الله تعالٰی اذا اراد الرجل ان یجامع امرأته فقال لها ان لم تدخلی معی فی البیت فانت طالق فدخلت بعد ماسکنت شهوته وقع الطلاق علیها وان دخلت قبل ذٰلك لاتطلق کذا فی المحیط[18] اینجاچرانہ گوید کہ محلوف علیہ عدم دخول مطلق ست ودخول	**ہفدہم**: یہ کہ عالمگیریہ کا مسئلہ، کہ بیوی کو کہا اگر تو مجھے یہ کپڑا نہ دے تو طلاق۔ اور پھر دوسرا مسئلہ، اگر میں تجھ سے وطی نہ کروں اس اوڑھنی کے ساتھ، کو اس کفایت دینے والے مسئلہ کے ساتھ ذکر کیا اور اس غریب نے ان مذکورہ دونوں مسئلوں کے درمیان، عالمگیری کا محیط سے اور اس کا امام فقیہ ابواللیث سمرقندی سے منقولہ مسئلہ کو ذکر کیا اور بے بصری میں دیکھا نہیں یا دیکھا ہے تو بصیرت نہ ہونے کی وجہ سے سمجھا نہیں یا سمجھا ہے تو عوام کے مغالطہ دینے کے لئے قطع وبرید کردی، دیکھئے عالمگیری کی انہی سطروں میں کیا بیان کیا ہے کہ فتاوٰی ابولیث رحمہ اللہ تعالٰی میں ہے کہ خاوند نے بیوی سے مجامعت کا ارادہ کرتے ہوئے بیوی کو کہا کہ اگر تو میرے ساتھ اندر کمرے میں داخل نہ ہوئی تو تجھے طلاق ہے، اس کے بعد عورت اس وقت داخل ہوئی جب خاوند کی شہوت ختم ہوگئی تو بیوی کو طلاق ہوگی، اور اگر

[16] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمۃ ان واذا نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۴۲۹

[17] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمۃ ان واذا نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۴۳۱

[18] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمۃ ان واذا نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۴۳۰

مطلق موضوع قضیہ طبعیہ ست واو منتفی نشود مگر بانتفائے جمیع افراد دخول وایں نبود مگر بعدم دخول اصلاتا حصول موت احد ہما پس دخول گاہے متحقق شود اگرچہ بعد دہ سال عدم دخول مطلق منتفی گردد و شرط حنث صورت نہ بندد۔	شہوت ختم ہونے سے قبل داخل ہوئی تو طلاق نہ ہوگی، جیسا کہ محیط میں ہے، یہاں اس عبارت پر اس نے اپنی مذکور تقریر نہ کی کہ عدمِ دخول پر قسم کھائی ہے اور عدمِ دخول مطلق ہے اور دخولِ مطلق قضیہ طبعیہ کا موضوع ہے جو تمام افراد کے منتفی ہوئے بغیر منتفی نہیں ہوگا مگر اس وقت جب کبھی دخول نہ پایا جائے اور یہ بات خاوند بیوی دونوں میں سے ایک کے مرنے پر معلوم ہوسکے گی تو جب دخول متحقق ہو خواہ دس سال بعد ہو اس وقت تک دخولِ مطلق کا عدم منتفی رہے گا، اور قسم کے ٹوٹنے کے پائے جانے کی صورت نہ بنے گی۔
ہیجدہم: بازاز عالمگیریہ مسئلہ **ان لم تصل الیوم رکعتین فانت طالق فحاضت قبل ان تشرع فی الصّلوٰۃ او بعد ما صلت رکعۃ**[19] آورد کہ اگر وقت یمین تا آغازِ حیض زمانے بود کہ دو رکعت راگنجائش دارد مطلقہ شود وایں مسئلہ را بظاہر منافی مسئلہ دائرہ انگاشتہ سنگ تطبیق و توفیق بر سر اجتہاد برمی دارد کہ درین عبارت قید الیوم ورکعتین موجود ست لہذا حکمش مغائر ما نحن فیہ شد فافترقا ولاتشکوا و نمی داند کہ دریں جہت اصلاً نہ در مسائل افتراق نہ در حکم تغیر صلوۃ رکعتین فی الیوم نیز طبیعت کلیہ دارد وانتفائے شیئ بانتفائے جمیع افراد شود چوں روز گزشت وہیچ فرد از افراد صلوٰۃ دو رکعت دراں متحقق نہ شد شرط بر منتفی گشت وحنث رو نمود وتوہم آنکہ شوہر الیوم گفت وبجا آوری دو رکعت در مدۃ العمر	**ہیجدہم**: پھر عالمگیری کا مسئلہ ذکر کیا کہ خاوند نے بیوی کو کہا اگر تو آج دو رکعتیں نماز نہ پڑھے تو تجھے طلاق، اس کے بعد بیوی کو نماز شروع کرنے سے قبل حیض آگیا، یا ایک رکعت پڑھنے کے بعد حیض آگیا، تو بتایا کہ اگر قسم اور نماز شروع کرنے کے درمیان اتنا وقت تھا کہ دو رکعتیں نماز پڑھ سکے، تو بیوی کو طلاق ہوجائے گی، اس نے اس مسئلہ کو ظاہری طور پر زیر بحث کے منافی بتایا اور تطبیق و توفیق کا پتّھر اجتہاد کے سر پر اٹھا کر کہا اس مسئلہ کی عبارت میں "آج" اور "دو رکعتوں" کی قید ذکر کی گئی ہے لہٰذا اس مسئلے کا حکم ہمارے زیر بحث کے حکم سے مغایر ہے۔ لہٰذا دونوں مسئلے جدا ہیں اور تمہارا اعتراض نہ ہو، اس کو معلوم نہ ہوا کہ اس وجہ کی بنا پر مسائل میں اختلاف اور نہ ہی حکم متغیر ہوا "آج دو رکعتیں نماز" کی بھی طبیعت کلیہ ہے اور کسی چیز کا

[19] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثالث فی التعلیق بکلمۃ ان واذا وغیرہما نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۴۳۶

بیچ روزے از روز ہائے عمر اینجا بسند کند وہمینست کہ ہیچ غیر دیوبندی را عارض نتواں شد اگر چہ در غایت جہل و عناد باشد حاجت رفعش مگر بقیاس عقول علیہ دیوبندیہ افتاد باز رکعتیں راموجب تفرقہ دانستن طرہ براں۔	انتفاء اس کے تمام افراد کے انتفاء سے ہو جاتا ہے تو جب دن بھر میں کوئی فرد نماز کا نہ پایا گیا اور اس دن میں دو ۲ رکعتوں کا وجود نہ پایا گیا تو دو رکعت نماز نہ پڑھنے کی شرط پائے جانے کی وجہ سے قسم ٹوٹ گئی تو طلاق ہو گئی ہے، اور اس کا یہ وہم کرنا کہ خاوند نے "آج" کا لفظ کہا ورنہ "دو رکعتیں پڑھنے" کا عمر بھر میں سے کوئی دن بھی ہو سکتا تھا تو یہ وہم دیوبندی کے علاوہ کسی کو خواہ کتنا ہی جاہل اور غبی ہو کسی کو لاحق اور عارض نہیں ہو سکتا، لہٰذا صرف دیوبندی عقول عالیہ کو ہی اس وہم کو دفع کرنے کی حاجت محسوس ہوئی پھر اس پر طرہ یہ کہ اس نے دو ۲ رکعتوں کو بھی وجہ فرق بتایا۔
نوزدہم: باز بکمال ذیہوشی مسئلہ "اگر سزائے وے نکنم **فامر أته کذا**"[20] آورد اگر نیت فور کند بر فور باشد ورنہ مطلق وخودش گفت کہ ایں صورت مطابق مانحن فیہ است واعتراف کرد کہ ہمچنیں حکم اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق **ان نوی الفور فھو علی الفور** تا اینجا نادانستہ بحق رجوع آورد باز زخم نامندمل راچارہ کار بہماں مکابرہ وانکار جست لیکن احمد علی نیت فور نکردہ نہ قرینہ فور یافتہ شد **سبحان اللہ** قرینہ فور از کلام خودت پرس کہ خواہر زادہ خالہ تو بالاچہ گفتہ است کہ غرض متکلم نیز معتاد للصلٰوۃ شدن زوجہ است دائما ونیت احمد علی ہم بامداد کار بامداد احمد علی دریاب کہ چون زن نماز عشاء نگزارد وصباح رجعت نمود اگر نیت فور نبودے رجعت از کدام راہ رونمودے، **الحمد للہ** کہ حق واضح ست فاما مکابرہ راچہ علاج۔	**نوزدہم:** پھر اپنی کمال عقلمندی دکھاتے ہوئے، یہ مسئلہ کہ اگر اس کو سزا نہ دوں تو بیوی کو طلاق، ذکر کرکے کہا کہ نیت فور کی کرے تو فور ہوگا ورنہ مطلق ہوگا، اور خود کہا کہ یہ مسئلہ ہمارے زیر بحث مسئلہ کے مطابق ہے اور اعتراف کیا کہ یوں ہی عورت کو کہنا اگر تو نماز نہ پڑھے تو تجھے دو طلاقیں، اس کا حکم بھی وہی ہوگا کہ اگر فور کی نیت کی تو فور ہوگا، یہ کہہ کر اس نے حق کی طرف رجوع نادانستہ طور پر کرلیا اور پھر اس مندمل نہ ہونے والے زخم کا علاج اس مکابرہ اور انکار سے کرتے ہوئے کہا، لیکن احمد علی نے فور کی نیت نہیں کی اور نہ ہی فور کا قرینہ پایا گیا، سبحان اللہ! فور کا قرینہ خود اپنے کلام سے پوچھ کہ تیری خالہ کے بھانجے نے (تونے) اوپر کیا کہا ہے "کہ متکلم کی غرض بیوی کو ہمیشہ نماز کا عادی بنانا ہے" اور پھر احمد علی کی نیت معلوم کرنے کے لئے احمد علی سے پوچھ کہ اس کی بیوی کے رات کو عشاء کی نماز نہ پڑھنے پر طلاقوں سے صبح رجوع کرلیا، اگر فور کی نیت نہ ہوتی تو

[20] فتاوی ہندیۃ الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمۃ ان واذا نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۴۴۶

بستم: بازاز شرح وقایہ قہستانی وقاضیخاں مسئلہ انت کذا ان لم اطلقك[21] ومسئلہ ان لم اجامعك علٰی راس ھذا الرمح[22] می آرد کہ تاکہ آخر عمرو تابقائے نیزہ مہلت دادہ اند وہماں مقدمہ مسلمہ راکہ خود در فتوائے جلیلہ سابقہ بوضح وجوہ واحسن بیان باستناد عبارات ہدایہ وفتح القدیر رنگ ایضاح یافتہ بود بار بار ایضاح واضح می جوید وبتحصیل حاصل می پوید واز نکتہ بدیعہ رفیعہ کہ بحوالہائے تلخیص الجامع الکبیر وشرح التلخیص للعلامۃ الفاسی وانتقاض الاعتراض وتنویر الابصار ودر مختار وفتح القدیر وشرنبلالیہ وردالمحتار واشباہ والنظائر وتبیین الحقائق وغیرہا افادہ شدہ بود چشم می پوشد وبباطل می کوشد یارب مگر ایں راچہ گفتہ آید مادیدہ رادیدہ کشودہ سہل ست آنکہ صد بار دیدہ دیدہ پوشیدہ ودیدہ ونادیدہ ساختہ اوراچارہ کدام،

بارے مگر در شرح وقایہ بلکہ خود وقایہ ایں مسئلہ ندیدی کہ شرط للحنث فی ان خرجت وان ضربت(فانت طالق) لمریدۃ خروج او ضرب عبد فعلھما فور[23]،او در قہستانی، فیہ اشارۃ الی ما تفرد بہ ابوحنیفۃ رحمہ اللہ فی استنباط

رجوع کرنے کا کیا جواز تھا، الحمدللہ حق تو واضح ہے مگر مکابرہ کا کیا علاج ہے۔

بستم: پھر قاضی خاں، قہستانی اور شرح وقایہ سے نقل کرتے ہوئے مسئلہ "تجھے طلاق ہے اگر تجھے طلاق نہ دوں" اور مسئلہ "اگر اس نیزے کے سر پر تجھ سے جماع نہ کروں تو طلاق ہے کو ذکر کرکے کہا کہ ان مسئلوں میں فقہاء نے آخر عمر اور نیزے کی بقاء تک مہلت دی ہے اور تمام وہ مقدمات مسلمہ جن کو فقہائے کرام نے اپنے فتاوٰی جلیلہ میں بہت اچھے انداز سے واضح کرکے ہدایہ، فتح القدیر کی عبارات سے مستند کیا ہے ان کو بار بار یہ ذکر کرتا ہے اور واضح کو بے مقصد واضح اور تحصیل حاصل کرتا چلا جاتا ہے اور بلند پایہ نکتہ جس کو تلخیص الجامع الکبیر، شرح تلخیص علامہ فاسی، انتقاض الاعتراض، تنویر الابصار ، در مختار، فتح القدیر، شرنبلالیہ، ردالمحتار، اشباہ ونظائر اور تبیین الحقائق وغیرہا کے حوالوں سے مستفاد کیا گیا ہے، کو مسلسل نظر انداز کر رہا ہے اور باطل کے درپے ہے، یاربّ! کیا کہا جائے، نہ دیکھی چیز کو دکھانا آسان ہے اور صد بار دیکھی چیز سے بند آنکھ اور دیدہ کو نادیدہ بنانے والے کے لئے کیا چارہ کیا جائے۔ کیا آپ نے شرح وقایہ بلکہ خود وقایہ میں یہ مسئلہ کبھی نہیں دیکھا کہ جب بیوی باہر

---

[21] شرح الوقایہ بیان لغویۃ التعلیق قبل التزوج مطبع مجتبائی دہلی ۲/۷۷

[22] فتاوٰی قاضی خاں باب التعلیق نولکشور لکھنؤ ۱/۲۲۸

[23] مختصر الوقایہ فی مسائل الہدایۃ فصل حلف الفعل نور محمد کتب خانہ تجارت کراچی ص۸۶

من اتمام اقسام الیمین فان سلفه قسموها الی المؤبدة لفظا ومعنی، والمؤقتة کذلک، مثل لاافعل کذاولاافعله الیوم ثم زاد الامام اتمامًا ماسمیّ بیمین الفور او یمین الحال مما هی المؤبدة لفظا و الموقتة معنی کما مر[24] (ملخصًا) ودر قاضی خاں، سکران ضرب امرأته فخرجت من داره فقال ان لم تعودی الی فانت طالق وکان ذلك عند العصر فعادت الیه عند العشاء قالوا یحنث فی یمینه لان یمینه تقع علی الفور وان قال لم انوالفور لایصدق قضاء، وفی المرأة اذاقامت لتخرج فقال الزوج ان خرجت فانت طالق وجلست ثم خرجت بعدذلك بساعة لایحنث فی یمینه[25]، مکرایں بیچارگاں چہ کنند کہ تعلیم نجدیت در قرآن و حدیث　　　　نیز بمصداق اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ[26] کار میکند ولاحول ولاقوة الابالله العلی العظیم۔	جانے کو یا غلام کو مارنے کے لئے تیار ہو تو اس وقت اس کو کہنا کہ تو باہر نکلی یا تو نے مارا تو تجھے طلاق ہے، تو یہ دونوں یمین فور ہیں۔ امام قہستانی نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں اشارہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے قسموں کے اقسام مکمل فرمانے میں اپنے استنباط میں تفرد فرمایا ہے کیونکہ آپ سے قبل اسلاف نے یمین کو صرف لفظًا و معنًی مؤبدہ اور موقتہ پر تقسیم فرمایا تھا مثلاً میں یہ نہ کروں گا، اور میں آج یہ نہ کروں گا۔ پھر امام صاحب نے لفظا ومعنًا مؤبدہ اور مؤقتہ پر ایک قسم زائد بیان کی جس کو یمین فور یا یمین حال کہا جاتا ہے یہ قسم لفظًا مؤبد ہے اور معنًا موقت ہے جیسا کہ پہلے گزرا، قاضیخاں میں ہے کہ ایک نشے والے نے اپنی بیوی کو پیٹا تو وہ باہر نکل گئی تو اس نے کہا اگر تو واپس میرے پاس نہ آئی تو تجھے طلاق ہے، یہ واقعہ عصر کے وقت ہوا تو بیوی اس کے پاس عشاء کے وقت لوٹ آئی، اس پر فقہاء نے فرمایا قسم ٹوٹ گئی، کیونکہ یہ اس کی قسم یمین فور تھی اگر وہ کہے کہ میں نے فور کی نیت نہیں کی تھی تو قاضی اس کی تصدیق نہ کریگا، اور اس مسئلہ میں کہ بیوی باہر نکلنے لگی تو خاوند نے کہہ دیا کہ اگر تو نکلی تو تجھے طلاق ہے، اس پر بیوی واپس بیٹھ گئی اور تھوڑی دیر بعد نکلی تو قسم نہ ٹوٹے گی، یہ بیچارے کیا جانیں، ان کو قرآن وحدیث کی نجدی تعلیم

[24] جامع الرموز فصل حلف الفعل مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۲/ ۶۶۵

[25] قاضی خان باب التعلیق نولکشور لکھنؤ ۱/ ۲۳۵

[26] القرآن الکریم ۲/ ۸۵

بست ویکم: تااینجا جہالاتِ دیوبندیہ بود حالاضلالات دیوبند یہ جوش رد بیباک بے ادراک کلمہ گفت کہ بدریا ہانتواں شست کہ "اگر تسلیم کردہ شود کہ طلاقین اولین واقع شدند تاہم بوجہ رجعت باطل الٰی قولہ اکنواں برائے طلاق بلاشرط رجعت صحیح ست "انا للہ وانا الیہ راجعون O

ع آدمیاں گم شدند ملک گرفت اجتہاد

تعلیم دیوبندی دریں عـــہ۱ قرآن عظیم وحدیث کریم واجماعِ ائمہ حدیث وقدیم ہمہ رایکسر پس پشت انداخت وبزورِ زبان وزور بہتان بمصداق ارشاد حضور سید الاسیاد علیہ وعلٰی آلہ الصلوٰۃ والسلام الٰی یوم القیام کہ یستحلون الخ شرمگاہ زناں را حلال خواہند گرفت فرج حرام راحلال ساخت قال اللہ تعالٰی عزوجل اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ الٰی قولہ تبارك وتعالٰی فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ[27]
یعنی طلاق کہ بعد وے اختیار رجعت ست ہمیں تا دو بار ست کہ شوی رادر ماندن زن بخوبی یا آزاد کردن بہ نیکوئی عـــہ۲ اختیار ست پس اگر بعد اینہا طلاق دگر دہد

ہے، اور پھر بعض کتاب مانتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو، کے مصداق عمل کرتے ہیں، لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

بست ویکم: یہاں تک دیوبندی جہالتیں تھیں اب دیوبندی گمراہی نے جوش مارا اور بے سوچے سمجھے بے دریغ ایسا کلمہ کہہ دیا کہ تمام دریا بھی اس کو صاف نہ کرسکیں، اور کہا کہ اگر تسلیم کرلیا جائے کہ پہلی دو طلاقیں واقع ہوگئی ہیں تب بھی احمد علی کے رجوع کرلینے پر وہ باطل ہوگئی ہیں، اور آخر میں کہا کہ اب غیر مشروط طلاق کے بعد اس کا رجوع صحیح ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آدمی ختم ہوگئے اب فرشتہ اجتہاد شروع کررہا ہے۔

دیوبندی تعلیم نے یہاں پر قرآن وحدیث اور ائمہ قدیم وجدید کا اجماع تمام کو یکسر نظر انداز کردیا ہے اور زبان وبہتان کے زور پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد "عورتوں کی حرام شرمگاہوں کو حلال کریں گے" کے مصداق اس کا ارتکاب کیا، حالانکہ اللہ تعالٰی نے فرمایا دو طلاقیں ہوں تو پھر خوبصورتی سے رجوع کرکے روک لو یا نیکی کے طور پر آزاد کردو۔ اور اس کے بعد اللہ تعالٰی کے قول "پس اگر تیسری طلاق دے دی ہو تو بیوی اس کے لئے حلال نہیں تاوقتیکہ بیوی کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے" تک۔ یعنی جس

عـــہ۱: یہاں مسودہ میں بیاض ہے ۱۲

عـــہ۲: یہاں مسودہ میں بیاض ہے ۱۲

[27] القرآن الکریم ۲/۲۹۔۲۲۸

زن مرا در احلال نبود تا باشوئے دگر ہمخوابہ نشود، ائمہ تفسیر وحدیث سبب نزول کریمہ چناں آوردہ اند کہ پیش ازیں طلاق راعددے معدود حدے محدود نبود ہر قدر بار شائے خواستے طلاقہا دادے ورجعت ہا کردے وآنکہ اضرار زن خواستے طلاقش دادے تاکہ آنکہ چوں عدتش برسر گزشتن آمدن رجعت کردے باز طلاق دادے باز درقرب انقضائے عدت رجعت نمودے وہمچناں کردے تاآنگاہ کہ دلش خواستے بیچارہ زن بایں کار معلقہ باندے نہ رائے رفتن نہ روئے ماندن، زن ازیں معنی بحضور بارگاہِ رسالت فریاد آورد آنگاہ آیہ کریمہ نزول فرمود وبعد سہ طلاق اختیار رجعت نماند وکارزن بدست زن شد، امام بغوی در تفسیر معالم التنزیل فرمود **قولہ تعالٰی اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ روی عن عروۃ بن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال کان الناس فی الابتداء یطلقون من غیر حصر ولاعدد وکان الرجل یطلق امرأتہ فاذا قاربت انقضاء عدتہا راجعہا ثم طلقہا کذٰلک ثم راجعہا یقصد مضارتہا فنزلت ہذہ الاٰیۃ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ یعنی الطلاق الذی یملک الرجعۃ عقیبہ مرتان فاذا طلق ثلثا فلاتحل لہ الابعد نکاح زوج اٰخر**[28] امام رازی در تفسیر کبیر

طلاق کے بعد رجوع ہوسکتا ہے وہ دوبار طلاق ہے کہ جس میں خاوند کو اختیار ہے کہ بیوی کو روک رکھے یا نیکی کے ساتھ آزاد کرتے ہوئے طلاق دے دے، اس کے بعد اگر طلاق دے گا تو بیوی اس کے لئے حلال نہ ہوگی تا وقتیکہ وہ بیوی کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے۔ ائمہ تفسیر وحدیث نے اس آیہ کریمہ کا شانِ نزول یوں بیان فرمایا کہ اسلام سے قبل طلاق کی کوئی تعداد یا حد مقرر نہ تھی بلکہ خاوند جتنی بار بھی طلاق دے کر رجوع کرنا چاہتا کرلیتا، اور جب بیوی کو تنگ کرنا مقصود ہوتا تو طلاق دے کر عدت ختم ہونے کے قریب وہ رجوع کرلیتا اور رجوع کے بعد پھر طلاق دیتا اور عدت کے خاتمہ کے قریب رجوع کرلیتا اور جتنی بار دل چاہتا کرتا بیوی بیچاری لٹک کر رہ جاتی اس کے لئے آزادی یا آبادی کا کوئی طریقہ نہ رہتا، اسی پریشانی میں ایک عورت دربارِ رسالت میں حاضر ہوئی اور فریاد کی، تو اس پر یہ آیہ کریم نازل ہوئی، اور تین طلاقوں کے بعد رجوع کا اختیار ختم ہوگیا اور بیوی خود مختار ہوگئی۔ امام بغوی نے تفسیر معالم التنزیل میں فرمایا کہ اللہ تعالٰی کا ارشاد "اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ الخ" "الاٰیۃ کا شانِ نزول یہ ہے جس کو حضرت عروہ بن زبیر رضی تعالٰی عنہ نے بیان فرمایا کہ لوگ ابتداء میں بے شمار اور لاتعداد طلاقیں دیتے تھے، اور کوئی بھی شخص بیوی کو طلاق دے کر عدت ختم ہونے کے قریب رجوع کرلیتا اور پھر طلاق

[28] معالم التنزیل علی حاشیۃ تفسیر الخازن تفسیر آیۃ الطلاق مرتٰن الخ مصطفی البابی مصر ۱/۲۲۷

فرمود المسئلة الاولی کان الرجل فی الجاهلية يطلق امرأته ثم يراجعها قبل ان تنقضی عدتها ولو طلقها الف مرة کانت القدرة علی المراجعة ثابتة له فجاءت امرأة الی عائشة رضی الله تعالٰی عنها فشکت ان زوجها يطلقها ويراجعها يضارها بذٰلك فذکرت عائشة رضی الله تعالٰی عنها ذٰلك لرسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فنزل قوله تعالٰی اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ[29]،

در تفسیرات احمدیہ ست لما کان عدد الطلاق فی الجاهلية غير مقرر علی وتيرة واحدة حتی انه لو طلقها عشرة يمکنه رجعتها وکان يراجعها وقت انقضاء العدة ثم يطلقها ويراجعها حتی ان جاءت امرأة الی عائشة رضی الله تعالٰی عنها تشکومن مراجعة زوجها ثم تطليقها ثم وثم هکذا فعرضت الی

دے دیتا اور یوں بار بار کرتا رہتا جس کا مقصد بیوی کو تنگ کرنا تھا تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی، یعنی وہ طلاق جس کے بعد خاوند رجوع کرسکتا ہے وہ دو بار ہے، اور جب تین طلاقیں پوری کردے تو اس کے لئے بیوی حلال نہ ہوگی مگر بیوی دوسرے شخص سے نکاح کرے تو اس کے بعد حلال ہوسکے گی۔ امام رازی نے تفسیر کبیر میں فرمایا: مسئلہ اولٰی، یہ کہ جاہلیت میں مرد بیوی کو طلاق دے کر پھر عدت کے خاتمہ کے قریب رجوع کرلیتا اور اس طرح ہزار طلاق بھی ہوتی تب بھی خاوند کو رجوع کا اختیار رہتا، تو ایک عورت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی خدمت میں آئی اور اس نے اپنے خاوند کی شکایت کی کہ وہ طلاق دے کر عدت ختم ہونے سے قبل رجوع کرلیتا ہے اور تنگ کررہا ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بیان کیا تو اس پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی الطلاق مرتان، الآیۃ۔ تفسیرات احمدیہ میں ہے کہ چونکہ جاہلیت میں طلاق دے کر بھی پھر رجوع کرلیتا اور عدت ختم ہونے کے قریب رجوع کرکے پھر طلاق دے دیتا، حتی کہ ایک عورت نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے پاس آکر اپنے خاوند کی شکایت کرتے ہوئے کہا کہ وہ بار بار طلاق دیتا اور رجوع کرلیتا ہے، تو حضرت

[29] تفسیر کبیر زیر آیۃ الطلاق مرتان الخ المطبعۃ البھیۃ المصریۃ بمصر ۶/۱۰۲

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فنزل قولہ تعالٰی اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ ؕ یعنی ان الطلاق الرجعی الذی یتعلق بہ الرجعۃ مرتان ای اثنتان لازائد تان فبعد ذٰلک امساکھا بمعروف او تسریحھا کذٰلک وھذا امر بصیغۃ الخبر کانہ قیل طلقوا الرجعی مرتین وھذا التوجیہ المذکور فی الحسینی والزاھدی والبیضاوی والتلویح وھو الموافق لمذھب الشافعی وابی حنیفۃ جمیعا[30]۔ ترمذی وابن مردودیہ وحاکم بافادہ تصحیح وبیہقی در سنن از ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا روایت کنند قالت کان الناس والرجل یطلق امرأتہ ماشاء ان یطلقھا و ھی امرأتہ اذا ارتجعھا وھی فی العدۃ وان طلقھا مائۃ مرۃ اواکثر حتی قال رجل لامرأتہ واللہ لااطلقك فتبینین منی ولاأویك ابدا قالت وکیف ذٰلک قال اطلقك فکلما ھمت عدتك ان تنقضی راجعتک۔ فذھبت المرأۃ حتی دخلت علی عائشۃ فاخبرتھا فسکتت عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا، حتی

عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے یہ بات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کی، تو اس پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی، اللہ تعالٰی نے فرمایا: اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ الآیۃ، یعنی وہ طلاق جس کے بعد رجوع کرنا جائز ہے وہ دو بار طلاق ہے اس سے زائد نہیں، اس کے بعد بھلائی سے بیوی کو پاس رکھنا ہوگا یا نیکی کے ساتھ آزاد کرتے ہوئے آخری طلاق دینا ہوگی۔ اور تفسیر بیان کی جو امام شافعی اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ تعالٰی دونوں کے مذہب کے موافق ہے۔ ترمذی، ابن مردودیہ، حاکم بافادہ تصحیح اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا، انہوں نے فرمایا کہ لوگ اپنی بیوی کو جتنی چاہتے طلاقیں دیتے اس کے باوجود وہ بیوی رہتی جبکہ وہ عدت کے دوران رجوع لیتا، اگرچہ سو مرتبہ یا اس سے بھی زائد طلاقیں دے چکا ہوتا حتی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا کہ خدا کی قسم میں تجھے طلاق نہ دوں کہ تو جدا ہوجائے اور نہ ہی تجھے پاس رکھوں تو ہمیشہ ایسے ہی رہے گی، بیوی نے پوچھا وہ کیسے؟ تو اس نے کہا میں تجھے طلاق دے کر عدت ختم ہونے سے قبل جب عدت ختم ہونیوالی ہوگی تو رجوع کرلوں گا، تو اس عورت نے جا کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے یہ شکایت کی، یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا خاموش ہوگئیں حتی کہ

[30] تفسیرات احمدیہ زیر آیت الطلاق مرتان الخ مکتبہ کریمی واقع بمبئی ص ۱۲۳

جاء النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاخبرتہ فسکت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی نزل القراٰن اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمۡسَاکٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِیۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ ؕ[31]۔

نیز ابن مردودیہ و بیہقی از ام المومنین روایت آرند، قالت یکن للطلاق وقت یطلق امرأتہ ثم یراجعھا مالم تنقض العدۃ وکان بین رجل وبین اھلہ بعض مایکون بین الناس فقال واللہ لاترکنک لاایما ولاذات زوج فجعل یطلقھا حتی اذا کادت العدۃ ان تنقضی راجعھا ففعل ذلک مرارا فانزل اللہ فیہ

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمۡسَاکٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِیۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ ؕ

فوقت لھم الطلاق ثلثا یراجعھا فی الواحدۃ وفی الثنتین ولیس فی الثلاثۃ رجعۃ حتی تنکح زوجا غیرہ[32]۔ ابو داؤد ونسائی وبیہقی از عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما روایت دارند ان الرجل کان اذا طلق امرأتہ فھو احق برجعتھا وان طلقھا ثلاثا فنسخ ذٰلک فقال اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمۡسَاکٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے تو انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس بات پر مطلع کیا جس پر آپ نے سکوت فرمایا حتی یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی الطلاق مرتٰن الخ۔

نیز ابن مردودیہ اور بیہقی نے حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی، آپ نے بیان کیا کہ بیوی کو طلاق دینے اور پھر رجوع کرنے کا کوئی ضابطہ نہ تھا، کوئی بھی بیوی کو طلاق دے کر عدت ختم ہونے سے قبل رجوع کرلیتا اور خاوند بیوی میں کوئی خانگی جھگڑا جیساکہ عام طور پر ہوتا ہے ہوتا تو خاوند کہتا خدا کی قسم میں تجھے نہ خاوند والی اور نہ غیر خاوند والی بنادوں گا، اس کے لئے وہ بیوی کو طلاق دے کر عدت ختم ہونے سے پہلے رجوع کرلیتا اور بار بار ایسے کرتا، اس پر اللہ تعالٰی نے یہ آیہ کریمہ نازل فرمائی

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ الاٰیۃ، جس میں تین طلاقیں مقرر کردی گئ ہیں، جس میں سے ایک اور دو کے بعد رجوع کا حق دیا گیا ہے اور تیسری کے بعد رجوع نہیں ہوگا تا وقتیکہ بیوی کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے۔ ابوداؤد، نسائی اور بیہقی نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے کہ ابتداء میں مرد کو طلاق دے دیتا تو اس کو منسوخ کرکے اللہ تعالٰی نے فرمایا اَلطَّلَاقُ

---

[31] جامع الترمذی ابواب الطلاق الثلاث امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۴۳، السنن الکبرٰی للبیہقی باب ماجاء فی امضاء الطلاق دارصادر بیروت ۷/۳۳۳

[32] تفسیر درمنثور بحوالہ ابن مردودیہ والبیہقی تحت آیۃ الطلاق مرتان مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم، ایران ۱/۲۷۷

اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ط[33] اجلہ ائمہ مالک وشافعی وعبد بن حمید وترمذی وابن جریر وابن ابی حاتم و بیہقی از عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما آرند قال کان الرجل اذا طلق امرأته ثم ارتجعها قبل ان تنقضی عدتها کان ذٰلك له وان طلقها الف مرة فعمد رجل الی امرأته فطلقها حتی اذا ماجاء وقت انقضاء عدتها ارتجعها ثم طلقها ثم قال والله لااویك الی ولاتحلین لی ابدا فانزل الله تعالٰی اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ص فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ط[34] مسلمان دمے انصاف دہید تعلیم دیوبندی چسپاں مقصود شریعت وحکم آیت رابرھم میزند وظلم وستم جاہلیت راازسرِ نو تازہ می کند اگر طلاق پیشین برجعت باطل شود وبعد او شوئے راازسرِ اختیار سہ طلاق بدست ماند چنانکہ ایں کس زعم نمود پس لاجرم ہماں آتش جاہلیت بکاسہ اندرست وانسداد ظلمے کہ خدائے خواست معاذاللہ باطل وبے اثر، ہرکہ خواہد ھزار بار طلاق دہد وہربار رجعت کند طلاق ہائے دادہ نادادہ شود واختیارات نامتناہیہ بدست

مرتٰن فامساک بمعروف او تسریح باحسان، امام مالک، امام شافعی، عبد بن حمید، ترمذی، ابن جریر، ابن ابی حاتم بیہقی ان اجلہ ائمہ کرام نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ ابتداء میں مرد کو اختیار تھا کہ وہ طلاق کی عدت ختم ہونے سے قبل رجوع کرلے اگرچہ وہ ہزار طلاقیں بھی دے دے، تو ایک مرد نے بیوی کو طلاق دے کر عدت ختم ہونے کے قریب رجوع کرلیا اور پھر طلاق دے دی پھر کہا کہ خدا کی قسم میں تجھے نہ رکھوں گا نہ دوسرے کے لئے بھی حلال ہوسکے گی، تو اللہ تعالٰی نے یہ آیہ کریمہ نازل فرمائی اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ص فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ط، اب مسلمانوں کو انصاف سے غور کرنا چاہئے کہ دیوبندی کس طرح شریعت کے مقصد اور آیہ کریمہ کے حکم کو پامال کرتے ہیں اور جاہلیت کے ظلم وستم کو دوبارہ تازہ کررہے ہیں، اگر پہلی طلاقیں رجوع کرنے سے باطل ہوجائیں اور خاوند کو نئے سرے سے دوبارہ تین طلاقوں کا اختیار مل جائے جیسا کہ یہ شخص کہہ رہا ہے تو لازمی طور پر جاہلیت کی آگ محفوظ رہے گی اور اللہ تعالٰی نے جس ظلم کو ختم کرنا چاہا ہے وہ سب باطل اور بے اثر ہوکر رہ جائے گا اور جاہلیت دوبارہ عود کرآئے گی، اور جو شخص بھی ہزار بار طلاق دے کر رجوع کرتا رہے تو رجوع سے پہلی طلاق کا ہونا نہ ہونا برابر

---

[33] السنن الکبرٰی للبیھقی باب من جعل الثلاث واحدۃ وماورد فی خلاف ذلك دارصادر بیروت ۳۳۳/۷

[34] مؤطا امام مالك جامع الطلاق میر محمد کتب خانہ مرکز علم کراچی ص ۵۲۹

شوہر بود ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم اینست مخالفت تعلیم دیوبندی باقرآن عظیم۔ **بست ودوم:** خاص جزئیہ مسئلہ کہ طلاق بعد رجعت باطل نہ شد ومحسوب ماند در صحیحین بخاری ومسلم وعامہ کتب اسلام مصرح ست عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما زوجہ خودرابحالتِ حیض طلاق داد سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امر مراجعت فرمودہ باوصف رجعت آں طلاق را محسوب داشت، **فی صحیح البخاری عن انس بن سیرین قال سمعت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال طلق ابن عمر امرأتہ وھی حائض فذکر عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال لیراجعھا قلت تحتسب قال فمہ**[35]، **وعن قتادۃ عن یونس بن جبیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال مرہ فلیراجعھا قلت تحتسب، قال أرأیتہ ان عجز واستحمق**[36]، **وعن سعید بن جبیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال حسبت علی بتطلیقۃ**[37] **وفی صحیح مسلم**	ہوجائے گا اور خاوند کو نہ ختم ہونے والا اختیار حاصل ہوجائے گا، لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ دیوبندی کی یہ تعلیم قرآن کے مخالف ہے۔ **بست ودوم:** خاص یہ جزئیہ کہ رجوع کے بعد طلاق کالعدم نہیں ہوتی، تو بخاری ومسلم اور عام اسلامی کتب میں تصریح ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس طلاق سے رجوع کا حکم دیا اور رجوع کے باوجود یہ حیض میں دی ہوئی طلاق شمار ہوئی صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کو سنا انہوں نے فرمایا کہ عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالٰی عنہما) نے اپنی بیوی کو حیض میں طلاق دی تو عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہ اطلاع حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا رجوع کرے، تو میں نے عرض کی کہ کیا وہ حیض میں دی ہوئی طلاق شمار ہوگی، تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور کیا۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے یونس بن جبیر سے انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ عبداللہ سے کہو کہ وہ رجوع کرے تو میں نے پوچھا کہ کیا پہلی طلاق شمار ہوگی، تو جواب

[35] صحیح البخاری کتاب الطلاق باب اذا طلقت الحائض الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۹۰

[36] صحیح البخاری کتاب الطلاق باب اذا طلقت الحائض الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۹۰

[37] صحیح البخاری کتاب الطلاق باب اذا طلقت الحائض الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۹۰

عن عبیداللہ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نحوہ وقال فی اٰخرہ قال عبیداللہ قلت لنافع ماصنعت التطلیقۃ قال واحدۃ اعتدبہا[38]، وعن سالم بن عبداللہ عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم عن ابیہ وفیہ کان عبداللہ طلقہا تطلیقۃ فحسبت من طلاقہا وراجعہا عبداللہ کما امرہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[39]، وفی لفظ اخر قال قال ابن عمر فراجعتہاوحسبت لہا التطلیقۃ التی طلقتہا[40]، وعن ابن سیرین عن یونس بن جبیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم انہ امران یراجعہا قال قلت افحسبت علیہ، قال فمہ اوان عجز واستحمق[41]، وعن انس بن سیرین قال قلت فاعتددت بتلک التطلیقۃ التی طلقت وہی حائض، قال مالی لا اعتد بہا وان کنت عجزت[42] واستحمقت بلکہ عبدالحق اشبیلی دراحکام، و بیہقی درسنن از عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما روایت کردند ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ھی واحدۃ[43] اینست مخالفت تعلیم دیوبندی باحدیث کریم۔	میں فرمایا تو بتا اگر وہ رجوع کئے بغیر عاجز ہو جائے حماقت کرے یعنی رجوع نہ کرے تو کیا طلاق نہ ہوگی، اور سعید بن جبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ عبد اللہ بن عمر سے راوی ہیں کہ میں نے اسے ایک طلاق شمار کیا۔ اور صحیح مسلم میں عبیداللہ نافع سے، اور وہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسی کی مثل روایت کی اور اس کے آخر میں ہے کہ عبیداللہ نے کہا کہ میں نے نافع کو کہا کہ تو نے اس طلاق کو کیا خیال کیا، تو انہوں نے کہا میں نے اسے ایک شمار کیا۔ اور سالم عبداللہ سے انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے، انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے اور اس روایت میں ہے کہ عبداللہ نے بیوی کو ایک طلاق دی تو میں نے اس کو طلاق شمار کیا اور اس نے رجوع کرلیا جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے فرمایا۔ اور دوسرے الفاظ میں ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا کہ میں نے بیوی سے رجوع کرلیا اور میں نے جو طلاق دی اس کو میں نے ایک طلاق شمار کیا، اور ابن سیرین، یونس بن جبیر سے وہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی کہ فرمایا کہ رجوع کرنے کا حکم فرمایا، میں نے پوچھا کہ یہ طلاق شمار ہوگی؟ تو فرمایا اور کیا۔ رجوع سے عاجز ہو جائے یا حماقت کرتے ہوئے رجوع نہ کرے تو کیا طلاق نہ ہوگی،

[38] صحیح مسلم باب تحریم طلاق الحائض قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۷۶

[39] صحیح مسلم باب تحریم طلاق الحائض قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۷۶

[40] صحیح مسلم باب تحریم طلاق الحائض قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۷۶

[41] صحیح مسلم باب تحریم طلاق الحائض قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۷۷

[42] صحیح مسلم باب تحریم طلاق الحائض قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۷۷

[43] السنن الکبرٰی باب ماجاء فی طلاق السنۃ وطلاق البدعۃ دارصادر بیروت /۳۲۴

انس بن سیرین سے مروی ہے انہوں نے کہا کیا آپ نے وہ طلاق شمار کی جو حالتِ حیض میں آپ نے دی ہے تو انہوں نے مجھے فرمایا شمار نہ کرنے کی وجہ کیا ہو سکتی، اگر میں عاجز ہو جاؤں یا حماقت کروں تو کیا نہ ہوگی، جبکہ عبدالحق اشبیلی نے احکام میں اور بیہقی نے سنن میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے خود فرمایا یہ ایک طلاق ہے، یہ ہے دیوبندی تعلیم کی حدیث کی مخالفت۔ **بست وسوم:** اللہ تعالٰی نے فرمایا اگر خاوند تیسری طلاق دے دے تو وہ اس کے لئے حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ وہ کسی اور شخص سے نکاح نہ کرلے۔ تفسیر جلالین میں ہے اگر خاوند دو طلاق کے بعد تیسری طلاق دے۔ اور تفسیر جمل میں مزید ہے کہ رجوع کرچکا ہو یا نہ۔ مطلب یہ کہ تیسری طلاق کا یہ حکم مطلق ہے ہر صورت کو شامل ہے۔ اس میں علمائے امت میں سے کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ کتب فقہ میں بھی بلااختلاف تین طلاقوں کو مطلقاً حرمت غلیظہ کے لئے مثبت بیان کرتی ہیں، اور ہرگز کسی کتاب میں بھی اس پلید وسوسہ کی بو تک نہیں ہے کہ رجوع کے بعد پہلے دی ہوئی طلاق کالعدم ہو جاتی ہے اور خاوند نئے سرے سے پوری تین طلاقوں کا مالک ہو جاتا ہے، اور ہزارہا عبارات اس گمراہی کے بطلان پر شاہد ہیں۔ غافل کی تنبیہ اور جاہل کی تعلیم کے لئے اس مسئلہ کا تمام کتب میں دائر ہونا کافی سند ہے۔ کنزالدقائق اور بحرالرائق میں فرماتے ہیں کہ "خاوند نے کہا جب بھی	**بست وسوم:** قال اللہ تعالٰی نْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ [44] در تفسیر جلالین ست **فان طلقها الزوج بعد الثنتین** [45] درجمل فرمود **ای سواء کان قد راجعها ام لا** [46] ایں حکم کہ اطلاق آیت مراد متناول ست ہیچکس از علمائے امت رادر وخلاف نیست کتب فقہ بلاخلاف مطلّقہ ثلاث رامثبت حرمت غلیظہ گویند وزنہار در ہیچ کتابے بوئے ازیں وسوسہ نجسہ نیست کہ بعد رجعت طلاق اول در حساب نمی ماند وشوھر از سر سہ طلاق رامالک می شود عبارات ہزار در ہزار بر بطلان ایں ضلالت شاہد ست تنبیہ غافل وتعلیم جاہل راہمیں مسئلہ دوارہ در کتب بسند ست کہ در کنز الدقائق و بحرالرائق فرمودند **(کلما ولدت فانت طالق فولدت ثلثۃ فی بطون**

[44] القرآن ۲/۲۳۰

[45] تفسیر جلالین تحت الطلاق مرتان ملک سراجدین اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور ص ۳۵

[46] تفسیر جمل (الفتوحات الالٰھیہ) تحت الطلاق مرتٰن مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۵

فالولد الثانی والثالث رجعة)لوقوع الطلاق بالاول و تثبت الرجعة بالثانی والثالث ویقع بکل طلقة اخری فتحرم حرمة غلیظة[47]۔ ۳در تبیین الحقائق فرمود لانها بولادة الاول وقع علیها الطلاق ثم اذا جاءت بولد اٰخر من بطن اخر علم انه من علوق حدث فتثبت به الرجعة وتقع طلقة اخری بولادته ثم اذا جاءت بالثالث تبین انه کان راجعها بوقوع الثانیة لما قلنا وتقع طلقة ثالثة بولادته فتحرم علیه حرمة غلیظة اھ مختصرًا[48] ۴در شرح مسکین فرمود(فالولد الثانی) یصیر به مراجعا فی الطلاق الاول(والثالث)یصیر فی الطلاق الثانی(رجعة)ویقع الطلاق الثالث بولادة الولد الثالث ولاسبیل الی الرجعة[49]۔ ۵در تنویر الابصار و ۶در مختار فرمودند فی کلما ولدت فانت طالق فولدت ثلث بطون

تو بچہ جنے تو تجھے طلاق ہے،اس کے بعد بیوی نے نئے نئے حمل پر تین بچے جنے، تو دوسرا بچہ اور تیسرا بچہ پہلی اور دوسری طلاق سے رجوع قرار پائے گا،اس لئے کہ پہلے بچہ سے جو طلاق ہوئی اس سے دوسرے بچے کی وجہ سے رجوع ہوا،اور یونہی دوسرے بچے سے جو طلاق ہوئی اس سے تیسرے بچے کی وجہ سے رجوع ثابت ہوا جبکہ تیسرے سے جو طلاق ہوئی وہ تیسری طلاق ہے جس حرمت غلیظہ ہو گئی، ۳تبیین الحقائق میں فرمایا: یہ اس لئے کہ جب پہلے بچے کی وجہ سے طلاق ہوئی پھر جب اس کے بعد نئے حمل سے دوسرا بچہ پیدا ہوا تو معلوم ہوا کہ یہ نئے نطفہ سے پیدا ہوا ہے جس سے رجوع ثابت ہوا اور دوسری طلاق ہو گئی، پھر جب تیسرا بچہ پیدا ہوا تو اس بیان مذکور سے دوسری طلاق سے بھی رجوع ثابت ہوا اور تیسری طلاق ہو گئی اور بیوی حرمتِ غلیظہ کے طور پر حرام ہو گئی اھ اور ۴شرح ملا مسکین میں فرمایا کہ دوسرے بچے کی پیدائش سے پہلی طلاق سے اور تیسرے بچے کی پیدائش سے دوسری طلاق سے رجوع ہوا اور تیسری طلاق ہو گئی جس کے بعد رجوع کے لئے چارہ نہ رہا، ۵تنویر الابصار اور ۶در مختار میں ہے کہ خاوند نے بیوی کو کہا کہ تو جب بھی بچہ جنے تو تجھے طلاق ہے تو اس نے تین حمل کے ساتھ تین بچے جنے تو تین طلاق

---

[47] بحر الرائق باب الرجعة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴/۵۵

[48] تبیین الحقائق باب الرجعة المکتبة الامیریہ بولاق مصر ۲/۲۵۶

[49] شرح کنز لملا مسکین حاشیة فتح المعین باب الرجعة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۶۹

تقع الثلاث والولدالثانی رجعة فی الطلاق الاول، وتطلق به ثانیا کالولدالثالث.فانه رجعة فی الثانی وتطلق به ثلثا عملا بکلما[50]،[۷] درغرر و[۸]درر فرمود لوقال (کلما ولدت فانت طالق فولدت ثلثة ببطون یقع) طلقات(ثلاث و)الولد(الثانی والثالث رجعة[51] [۹]درملتقی الابحر و[۱۰]مجمع الانہر فرمودند(کلما ولدت فانت طالق فولدت ثلثة فی بطون فالثانی والثالث رجعة و تتم) الطلقات (الثلث بولادة الثالث)فتحتاج الٰی زوج اٰخر[52] [۱۱]در[۱۲]وقایہ و[۱۳]شرح اش فرمودند فی کلما ولدت فولدت ثلثة ببطون تقع الثلث والولدالثانی رجعة کالثالث[53]در[۱۴]غایۃ البیان وذخیرۃ العقبٰی فرمودند اعلم انها تطلق ثلثا ویثبت نسب الاولادمن الزوج وعلیها العدة بثلث حیض بعدولادة الولدالثالث[54][۱۵]دراصلاح و[۱۶]ایضاح	ہوجائیں گی،یوں کہ دوسرا بچہ پہلی طلاق سے اور تیسرا بچہ دوسری طلاق سے رجوع قرار پائے گااور تین طلاقیں کلما کہنے کی وجہ سے ہوجائیں گی۔[۷]غرر اور[۸]درر میں فرمایا کہ جب بیوی کو کہاکہ توجب بھی بچہ جنے تجھے طلاق ہے،تواس نے ہر بار نئے حمل سے تین بچے جنے تو تین طلاقیں ہوجائیں گی،اور دوسرااور تیسرا بچہ رجوع ثابت کردے گا،[۹]ملتقی الابحر اور[۱۰]مجمع الانہر میں فرمایا،بیوی کو کہا،جب بھی تو بچہ جنے تو تجھے طلاق ہے تو اس نے مختلف حملوں میں تین بچے جنے تو دوسرا اور تیسرا بچہ رجعت ثابت کریں گے اور تین طلاقیں مکمل ہو جائیں گی، تیسرے بچے کے بعد دوسرے شخص سے نکاح کی ضرورت ہوگی۔[۱۰]وقایہ اور[۱۱]اس کی شرح میں ہے:جب بھی بچہ جنے کہنے پر، تین مختلف حملوں میں تین بچے جننے پر بیوی کو تین طلاقیں ہوجائیں گی اور دوسرا بچہ پہلی طلاق سے جیسا کہ تیسرا دوسری طلاق سے رجوع ثابت ہوگا۔[۱۲]غایۃ البیان اور[۱۳]ذخیرۃ العقبٰی میں فرمایاکہ یادرکھومذکورہ صورت میں تین طلاقیں ہوجائیں گی اور تینوں بچوں کے نسب اس خاوند سے ثابت ہوں گے اور بیوی پر تیسرے بچے کی ولادت کے بعد عدت تین حیض ہوگی۔

[50] درمختار باب الرجعة مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۳۹
[51] الدرر الحکام فی شرح غرر الاحکام باب الرجعة مطبعه احمد کامل الکائنه دار سعادت بیروت ۱/۳۸۶
[52] ملتقی الابحر و مجمع الانہر باب الرجعة دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۳۷
[53] شرح الوقایه باب الرجعة مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۱۶
[54] ذخیرة العقبٰی باب الرجعة مطبع نولکشور کانپور ۲/۲۱۳

فرمودند کلما ولدت فولدت ثلثة ببطون یقع ثلث والولد الثانی رجعة کالثالث[55] امام اجل صدر شہید در شرح [۱۷]جامع صغیر امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ فرمود لما ولدت الولد الثالث صار مراجعا ایضا بالوطی بعد الطلاق ووقع اٰخر بالولادة ولارجعة بعد ذٰلك لانه تم الثلاث[56] در [۱۸]خزانۃ المفتین بر مز [۱۹]اختیار شرح مختار فرمود یقع ثلاث والولد الثانی رجعة کالثالث[57] اینست مخالفت تعلیم دیوبندی باائمہ امت ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

بست وچہارم: ازغایت غباوت وغوایت اوست قول او چنانکہ بعد طلاق بائن اگر تجدید نکاح کند بعدہ ایضا طلاق دہد طلاقین اولین باطل شوند وبعد تجدید نکاح اگر طلاق دہد آں در حساب کردہ آید نہ طلاق قبل تجدید نکاح ہمچنیں بعد رجعت اول طلاق باطل است آفریں باوچہ خوش اصوات خارجہ از سوراخ فم اوست کہ دہن از آواز پرو ذہن از معنی

اصلاح وایضاح میں فرمایا کہ جب بھی تو بچہ جنے تو تجھے طلاق، کہنے پر جب تین بچے یکے بعد دیگرے حمل سے پیدا ہوجائیں تو تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی اور دوسرا بچہ رجوع ثابت ہوگا جیسا کہ تیسرا بچہ دوسری طلاق سے رجوع ثابت ہوگا۔امام اجل صدر شہید نے امام محمد کی [۱۷]جامع صغیر کی شرح میں فرمایا کہ مذکورہ صورت میں جب تیسرا بچہ جنا تو دوسرے بچے کی طرح یہ بھی طلاق سے وطی کے بعد رجوع ثابت ہوگا،اور تیسرے بچے کی ولادت سے آخری طلاق ہوجائیگی جس کے بعد رجوع نہ ہوسکے گا کیونکہ تین طلاقیں مکمل ہوگئیں۔[۱۸]خزانۃ المفتین میں [۱۹]اختیار شرح [۲۰]مختار کی علامت سے بیان فرمایا کہ مذکورہ صورت میں تین طلاقیں ہوجائیں گی اور دوسرا بچہ پہلی طلاق سے جس طرح تیسرا دوسری طلاق سے رجعت ثابت ہوگا۔یہ ہے دیوبندی تعلیم ،ائمہ امت کے مخالف۔ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم۔

بست وچہارم: اس کی انتہائی غباوت اور گمراہی اس کا یہ کہنا ہے کہ "جس طرح طلاق بائنہ کے بعد دوبارہ نکاح کرے تو اس کے بعد بھی طلاق دے دے تو پہلی دو طلاقیں کالعدم ہوجاتی ہیں اور دوبارہ نکاح کے بعد اگر طلاق دے تو وہ حساب میں آئے گی اور دوبارہ نکاح سے پہلے دی ہوئی شمار نہ ہوگی اسی طرح رجوع کے بعد پہلی طلاق کالعدم ہوجاتی ہے"

---

[55] اصلاح وایضاح

[56] حاشیہ علی الجامع الصغیر بحوالہ صدر الشہید باب الرجعۃ مکتبۃ الیوسفی لکھنؤ ص۵۹

[57] خزانۃ المفتین فصل فی الرجعۃ قلمی نسخہ ۱/۱۳۶

تہی، وبیچارہ چہ کند کہ ہنوز ازیں نو عروساں منصہ دیوبندیت را بامطلب و معنی جفت نکردہ اند، کدام دوطلاق پیشین ست کہ بطلان بائن بعد تجدید نکاح باطل می شود وچوں طلاق قبل تجدید نکاح نزد تو خود در حساب نیست بطلانش بر طلاق بائن بعد تجدید چہ موقوف باشد واگر از کسے شنیدہ است کہ بائن بہ بائن لاحق نشود ایں خود عام نیست باز عدم لحوق بطلان اول را چرا موجب شود باز مبنائش حمل بر اخبار ست در رجعی بعد رجعت اور اچہ کاراست باز اگر باشد بطلان یکے باشد نہ ہر دو وبقطع نظر از جملہ وجوہ امر جامع میان رجعت بعد رجعی وطلاق بائن بعد تجدید نکاح بعد بائن چیست مگر آنکہ بد عقلی وکج فہمی لائق نجدیت و تعلیم دیوبندی است۔

بست وپنجم: از استنادش بمسئلہ درمختار طلقها رجعیا فجعله بائنا او ثلاثا[58] مع عبارت ردالمحتار وطحطاوی لانه بعدها یبطل عمل الطلاق[59] چہ جائے شکوے کہ ہمچو مدہوشاں وبیہوشاں در بطلان طلاق وبطلان عمل اگر فرق نکنند سزائے ایشاں فاماہر مسلم عاقل را مسلم و معقول ست کہ برجعت عمل طلاق مرتفع می شود نہ آنکہ طلاق کردہ ناکردہ گردد واز

اس پر آفرین کہ منہ کے سوراخ سے کیا اچھی آواز نکال رہا ہے، اس کا منہ آواز سے پر اور ذہن فہم سے خالی ہے، یہ بیچارہ کیا کرے کہ ابھی دیوبندیت کی نئی نویلی دلہن سے مطلب ومعنٰی میں جفتی نہیں ہے، کون سی دوطلاقیں پہلے ہیں جو طلاق بائنہ کے بعد دوبارہ نکاح سے کالعدم ہوجاتی ہیں۔ جب تیرے ہاں دوبارہ نکاح سے قبل والی طلاق کالعدم ہوجاتی ہے، تو اس کا کالعدم ہونا دوبارہ نکاح سے طلاق بائنہ پر کیونکر موقوف ہوگا اور اگر کسی سے یہ سن لیا ہے کہ بائنہ کے بعد بائنہ لاحق نہیں ہوسکتی تو یہ عام قاعدہ نہیں ہے تو پھر پہلی طلاق کو بطلان کے لاحق ہونے کی وجہ کیسے ہوا، پھر اسکا مبنٰی اخبار ہونے پر ہے تو رجعی طلاق کے بعد رجوع سے کیا تعلق ہے، پھر اگر ہو بھی تو ایک کا بطلان ہونا چاہئے نہ کہ دو کا، اور ان تمام وجوہ سے قطع نظر، رجعی کے بعد اور بائنہ طلاق کے بعد دوبارہ رجوع کے بعد بائنہ میں کون سا جامع امر ہے، اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہ نجدیت کی بدعقلی اور کج فہمی اور دیوبندی تعلیم ہے۔

بست وپنجم: درمختار کے مسئلہ، کہ رجعی طلاق دے کر اس کو بائنہ یا تین کرنا، اس کے ساتھ ردالمحتار اور طحطاوی کی عبارت کہ اس لئے کہ اس کے بعد طلاق کا عمل باطل ہوجاتا ہے، کہ دلیل بنانا، ان مدہوش اور بیہوش لوگوں کا جو بطلان طلاق اور بطلانِ عمل میں فرق کرنہ سکیں، کیا شکوہ کیا جائیے، یہ انہی کو لائق ہے، لیکن ہر عاقل مسلمان جانتا ہے کہ رجوع سے طلاق کا

[58] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۵

[59] ردالمحتار باب الکنایات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۶۸

صفحہ واقع ارتفاع پزیرد۔ مسئلہ را بنہایت ایضاح اتضاح دادہ ایم بیش ازیں اطالت درکار نیست۔

بالجملہ حکم ہماں ست کہ زن احمد علی سہ طلاقہ شد و بے تحلیل بہ تحلیل مجتہدانِ دیوبندی حلال نشود بلکہ ایناں کہ بدعت زائغہ بطلان طلاقہائے پیشین برجعت پسیں در شرح ودین نہادند، الحق کہ بتحلیل حرام قطعی لب کشادند او بر حکم فقہی کفرے ست حتمی۔ زنِ احمد علی بتحلیل ایناں حلال نشد مگر ترسند کہ ہمازناں ایناں بحکم فقہ برایناں حرام شدند ہیچو کساں را باید کہ برائے حطامِ دنیا حلال نسازند **وباللہ التوفیق، واللہ تعالٰی اعلم**۔

عمل ختم ہوجاتا ہے نہ کہ طلاق ختم ہوجاتی ہے اور کالعدم ہوجاتی ہے۔ ہم نے مسئلہ کو مفصل طور پر واضح کردیا ہے اس سے زائد طوالت کی ضرورت نہیں ہے۔

بالجملہ حاصل کلام یہ ہے کہ زیر بحث مسئلہ کا حکم یہ ہے کہ احمد علی کی بیوی کو تین طلاقیں ہوچکی ہیں، دیوبندی مجتہدین کے حلال کرنیکے باوجود بغیر حلالہ کے حلال نہ ہوگی، بلکہ یہ کہ، بعد والی رجعت سے پہلی طلاقیں کالعدم ہوجاتی ہیں، یہ ان کی دین اور شریعت میں نئی بدعت ہے، حق یہ ہے کہ حرام قطعی کہ انہوں نے حلال کہہ دیا ہے جو کہ فقہی حکم کے مطابق قطعی کفر ہے، احمد علی کی بیوی ان کے حلال کرنے سے حلال نہ ہوگی مگر ان کو یہ فکر کرنی چاہئے کہ فقہی حکم کے مطابق ان کی بیویاں ان پر حرام ہوچکی ہیں، ان سب کو چاہئے کہ وہ خود تجدید اسلام اور تجدید نکاح کریں، اور اللہ تعالٰی کے حرام کردہ کو دنیاوی ایندھن کی خاطر حلال نہ کریں، **وباللہ التوفیق، واللہ تعالٰی اعلم**۔ (ت) (رسالہ **ختم ہوا**)